کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

- کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) 100/-
- کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) 90/-
- کاروان زندگی حصہ سوم 80/-
- کاروان زندگی حصہ چہارم 90/-
- کاروان زندگی حصہ پنجم 80/-
- کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) 90/-
- کاروان زندگی حصہ ہفتم 80/-
- مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) 40/-
- حج کے چند مشاہدات 6/-
- خواتین اور دین کی خدمت 25/-
- کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) 35/-
- دعائیں 10/-
- سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
- سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
- نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) 200/-
- سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) 200/-
- تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) 355/-
- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر 70/-
- اپنے گھر سے بیت اللہ تک 25/-

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

- زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) 150/-
- باب کرم (نیا ایڈیشن) 12/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول 15/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم 14/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم 15/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم 12/-
- ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) 20/-
- موج تسنیم (اردو) زیر طبع
- مناجات ہاتف 10/-
- دیار حبیبؐ 5/-

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

- حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-
- کلید باب رحمت 6/-
- ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-
- ذکر خیر 〃 15/-

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

- لبیک اللہم لبیک 30/-
- سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ 50/-
- سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ 150/-
- زبان کی نیکیاں 15/-
- گلدستہ حمد وسلام 6/-
- کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

- دو مہینے امریکا میں 90/-
- جزیرۃ العرب 70/-
- حج ومقامات حج 35/-
- امت مسلمہ 70/-
- سماج کی تعلیم وتربیت 45/-

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

- معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-
- اسلام کیا ہے؟ (اردو) 30/-
- اسلام کیا ہے؟ (ہندی) 35/-
- دین وشریعت 70/-
- ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت 70/-
- قادیانی مسلمان نہیں 25/-
- آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) 40/-
- آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) 45/-
- درس قرآن 200/-

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

- تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ 45/-
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) 80/-
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) 120/-

(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)

- تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ 35/-
- سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ 30/-

(مولانا محمد الحسنیؒ)

- بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) 40/-
- ذکر رسولؐ 〃 55/-
- مولانا محمد علی جوہر 〃 175/-

(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

- کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) 18/-
- کتاب الصرف 〃 20/-
- بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) 40/-
- تاریخ میلاد (حکیم الشکور) 30/-
- مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) 30/-
- سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شروانی) 25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

Are you planning to sell your car ?

...which has served you faithfully for years would obviously mean a lot to you.

Now you can be rest assured, when it comes to selling your old car, **Classic Automotives**, always have the best offer for you.

We believe in true and realistic value for your used car which also spells **'Clean Deal'**.

Our other usual features are:

- **Spot Settlement**
  - You don't have to wait for your money.
- **Evaluation at your doorstep**
  -You don't have to move around wasting time in traffic jams.
- **Risk free selling**
  -Your vehicle will not be sold without transfer of ownership.

• No commission • No Brokerage • No Hidden Costs

With all these lucrative benefits we wouldn't be expecting you to sell your car to any of your relatives, friends or mechanics!

Simply because, we are committed to this business and always give you the best deal with peace of mind.

Call **98451 00668**

classic automotives
Gear up for the journey of life.

Classic Automotives Bangalore Pvt. Ltd.

Indiranagar: #324, CMH Road, Bangalore 38. ☎: 32966155 📱 9845600668
Mekri Circle: #40, C. V. Raman Avenue, Bangalore 80. ☎: 32966433 📱 9945187878
HSR Layout: #9, BDA Complex, Sector VI, Bangalore 02. ☎: 32966133 📱 9845226464
Jayanagar: #574, 11th Main, 5th Block, Bangalore 41. ☎: 32966144 📱 9980582424
Yelahanka: #2, MIG, 1st Main, New Town, Bangalore 64. ☎: 32966166 📱 9845700668
Whitefield: #132, Whitefield Main Road, Bangalore 66. ☎: 32966422 📱 9845229292

www.classicautomotives.net

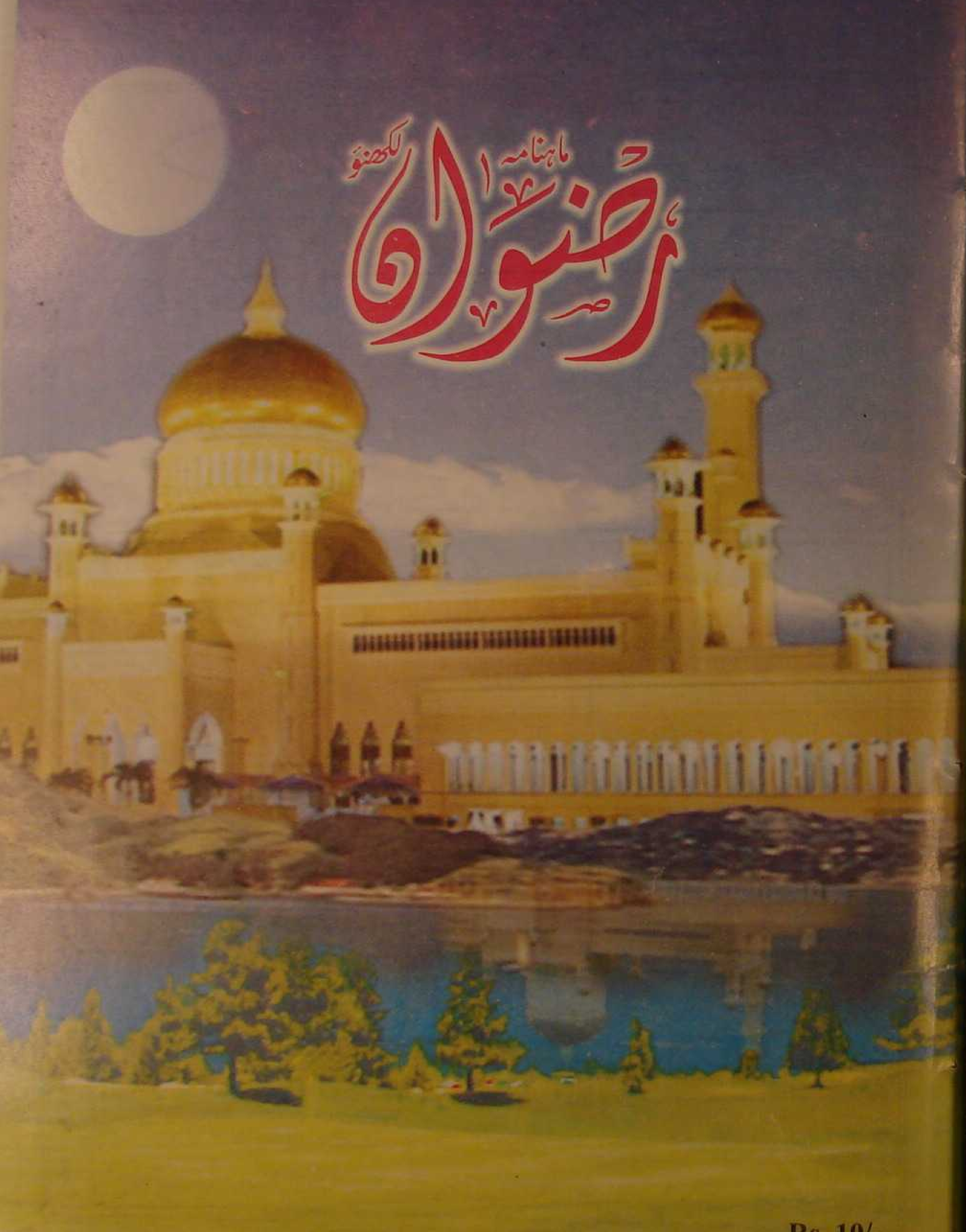

LW/NP-184/2009-2011

R. N. 2416/57

Monthly

RIZWAN

Ph: 0522-2270406

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

- ایک تاریخی دستاویز
- ادبی مرقع
- دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان وعزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت وطباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

10/55
178884

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۵۳	مارچ ۲۰۰۹ء	شمارہ ۳

ایڈیٹر
محمد حمزہ حسنی

معاونین
- میمونہ حسنی
- عائشہ حسنی
- جعفر مسعود حسنی
- محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان	:	۱۰۰؍روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک	:	۲۵؍امریکی ڈالر
فی شمارہ	:	۱۰؍روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 0522 - 9336932231

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
حدیث کی روشنی میں	امۃ اللہ تسنیم	۴
سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وسماجی اہمیت	مولانا ڈاکٹر محمد طاہر القادری	۶
مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں	سید عبداللہ	۸
حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب	محمد قمر الزماں ندوی	۱۰
خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد	مولانا انصار اللہ قاسمی	۱۴
حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	محمود احمد	۱۷
حشر میں خدا کو کیا دوگے جواب؟	مفتی محمد علی شیراز	۲۱
اسلامی اخوت، وقت کی اہم ضرورت	محمد نصیر الدین	۲۳
اللہ کے سوا کسی اور سے جز انہیں لوں گا	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۶
امید ہر حال میں قائم رکھی جائے	جمیل احمد خان	۲۸
حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ	محمود احمد غضنفر	۳۱
ہمارا اسلامی معاشرہ اور ہماری ذمہ داریاں	صفیہ خان	۳۶
سوال وجواب	مفتی راشد حسین ندوی	۳۹

اپنی بہنوں سے

مدیر

پر مسرت زندگی کا انحصار خانگی زندگی کے اچھے بنانے پر ہے، اگر کسی کی خانگی زندگی تلخ ہوگی تو یقیناً اس کی ساری زندگی بے مزہ گزرے گی، آج عام طور پر خانگی زندگی تلخ گزر رہی ہیں جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ خود ساختہ رسوم اور خلاف شریعت امور کے جال میں زندگی الجھ کر رہ گئی ہے، بعض بڑے اچھے گھرانوں تک میں جہاں دین کی عظمت باقی ہے خلاف شریعت رسوم ورواج کی پابندی جاری ہے اور ازدواجی تعلق جو پر مسرت زندگی گزارنے کا ذریعہ ہے مستقل کوفت کا سبب بن جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کے بڑے افسوس ناک نتائج برآمد ہوتے ہیں جن کا مداوا کسی کے بس کا نہیں ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ساری زندگی کے لئے روشن ہدایات عطا فرمائی ہیں وہاں اس تعلق کے بہتر بنانے اور خانگی زندگی کو پر مسرت بنانے کے ایسے آسان اور ہلکے پھلکے طریقے بتلائے ہیں کہ جن کو اپنا کر ہر مسلمان مرد وعورت خواہ وہ غریب ہو یا امیر یکساں طور پر اپنی زندگی خوشحال بنا سکتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہم نے ان سہل اور آسان طریقوں کو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوئے رسوم ورواج کے بندھنوں میں گرفتار ہو کر مستقل طور پر مصیبت مول رے رکھی ہے! آیئے اب تھوڑی دیر کیلئے خانگی زندگی کا جائزہ لیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپ کے عمل کی روشنی میں اپنی خانگی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کیجئے۔

خانگی زندگی ازدواجی تعلق (شادی) سے شروع ہوتی ہے، اگر یہ تعلق صحیح طور پر قائم ہو گیا اور پورے آداب وشرائط کے ساتھ یہ تعلق قائم رہا تو خانگی زندگی میں تلخی کا سوال تک نہیں پیدا ہو سکتا۔ ازدواجی تعلق (شادی کے سلسلہ میں ہر ایک کو تین دور سے گزرنا پڑتا ہے۔ ۱-شادی سے پہلے ۲-شادی کے وقت۔ ۳-شادی کے بعد۔ ان تینوں دوروں کے متعلق ہم کو حضور سرور کائناتؐ کی روشن ہدایت ملتی ہیں۔ ۱-شادی سے پہلے سب سے بڑا مسئلہ شوہر یا بیوی کے انتخاب کا آتا ہے یا یوں سمجھئے کہ داماد یا بہو کے انتخاب کا آتا ہے۔ یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس پر توجہ نہ کی جائے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی جگہ ازدواجی تعلق قائم کرے جہاں سکون وراحت حاصل ہو اور وہ گھرانہ ہر حیثیت سے بہتر اور ممتاز ہو لیکن ہر ایک کا معیار الگ ہوتا ہے کسی کے نزدیک حسب ونسب معیار ہوتا ہے، کوئی دولت کو پسند کرتا ہے، کوئی حسن وآرائش کو انتخاب کرتا ہے لیکن یہ تمام چیزیں ایسی نہیں ہیں جن پر خانگی زندگی کی خوشحالی زندگی کے متعلق اطمینان کیا جا سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی زندگی کی خوشحالی کے سلسلہ میں شوہر وبیوی یا داماد و بہو یا داماد کے انتخاب میں نیکی اور تقویٰ کو معیار بتلایا ہے، آپ نے شوہر یا داماد کے انتخاب کے سلسلہ میں فرمایا: ”اگر کوئی ایسا شخص تمہارے یہاں پیغام دے جس کی دینداری اور اخلاق پر تم کو اطمینان ہے تو اس کے ساتھ شادی کردو اگر ایسا نہ کروگے تو زمین پر بڑی خرابی پیدا ہوگی اور بڑا فتنہ برپا ہوگا۔“ (ترمذی)

بیوی یا بہو کے انتخاب کے معاملہ میں فرمایا: ”کسی عورت سے نکاح چار وجوہ پر کیا جاتا ہے۔ ۱-اس کی دولت کی وجہ سے۔ ۲-اس کے حسب ونسب کی بنا پر۔ ۳-اس کے حسن وجمال کی خاطر۔ ۴-اس کے دین واخلاق کی وجہ سے، پس اس کے دین واخلاق کو پیش نظر رکھو۔“

۱-شادی کے وقت دو مسئلوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے ایک مہر کا مسئلہ، دوسرا جہیز کا مسئلہ، کتنے ایسے خاندان ہیں جہاں یہ دونوں مسئلے نہایت مشکل ہو گئے ہیں اور جن کی وجہ سے طرفین مصیبت میں گرفتار ہیں، ایک طرف لڑکے والے زیادہ سے زیادہ جہیز حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض خاندانوں میں یہ قبیح رسم جاری ہے کہ لڑکی والے جب تک لڑکے والوں کو کثیر رقم ادا نہ کریں وہ لڑکی کو بیاہ نہیں سکتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات لڑکی بڑی عمر کو پہنچ جاتی ہی مگر اقتصادی بدحالی کی وجہ سے اس رسم کو پورا نہیں کیا جا سکتا اور وہ لڑکی بن بیاہی زندگی گزارتی ہے، اور سیکڑوں خرابیاں ایسے گھرانوں کو گھن کی طرح کھاتی رہتی ہیں اور بعض دفعہ تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں، دوسری طرف لڑکی والے مہر کی اتنی کثیر مقدار کا مطالبہ کرتے ہیں جس کو شوہر ادا نہیں کر سکتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا شادی ہوتی نہیں یا مہر ادا کرنے کا ارادہ تک نہیں ہوتا حالانکہ جو شریعت کے نزدیک نہایت قبیح کام ہے، اس معاملہ میں حضورؐ کا عمل ملاحظہ کیجئے اور اپنے گریبان میں منھ ڈال کر فیصلہ کیجئے۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

یقین و توکل

جنت میں ستر ہزار آدمی بے حساب داخل ہوں گے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے ایک نبی کو دیکھا اور ان کے ساتھ کچھ لوگ اور ایک نبی ان کے ساتھ ایک یا دو آدمی۔ اور ایک نبی ان کے ساتھ کوئی نہیں۔ ناگاہ مجھ کو ایک بڑا ہجوم دکھایا گیا۔ میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ آپ افق کی طرف دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو ایک بڑا ہجوم دکھایا گیا۔ کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار آدمی بغیر حساب، بغیر عذاب، جنت میں داخل کئے جائیں گے، پھر آپ اُٹھے اور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور لوگ ان کے بارے میں جو جنت میں بغیر حساب، بغیر عذاب داخل ہوں گے، گفتگو کرنے لگے، بعض نے کہا شاید وہ لوگ ہوں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا۔ اسی طرح بہت سی باتیں کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کون سی گفتگو کرتے ہو۔ انہوں نے آپ کو خبر دی، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ پھونک جھاڑ کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں اور نہ فال لیتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔ عکاشہ بن محصن کھڑے ہوگئے اور کہا اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل کردے۔ آپ نے فرمایا تم ان میں سے ہو۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور کہا۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھ کو بھی ان میں شامل کردے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر بازی لے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ بِكَ آمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ وَ بِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا...... اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ، اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ۔

ترجمہ : اے اللہ میں نے تیرے سامنے سر جھکایا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور میں تیری طرف رجوع ہوا اور میں نے تیرے سہارے جھگڑا کیا۔ اے اللہ میں تیری عزت کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں کہ سوا تیرے کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے گمراہ کرے تو زندہ ہے نہ مرے گا، جن اور انسان مرجائیں گے۔ (ب۔م)

اہل توکل کا قول

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تو کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگوں نے کہا: تمہارے لئے لوگوں نے بڑا سامان اور تیاری کی ہے ان سے ڈرو تو ان کا ایمان زیادہ ہوگیا۔ انہوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابراہیم کا دوسرا قول حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ بھی تھا۔

جنتیوں کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت جنت میں داخل ہوگی، ان کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہوں گے۔

اللہ پر بھروسہ کی مثال

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ وہ غزوۂ نجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ پلٹے تو دن کے آرام کا وقت ایسی وادی میں ہوا جس میں ببول کے درخت بہت کم تھے ہم لوگ درختوں کے نیچے سایہ لینے کے لئے الگ ہوگئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے اُترے اپنی تلوار ایک ڈال میں لٹکا دی۔ ہم سب سوگئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پکار رہے ہیں، اور ایک دیہاتی آپ کے پاس کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے میری تلوار مجھ پر کھینچ لی اور میں سو رہا تھا۔ جب میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا آپ کی حفاظت کون کرے گا۔ میں نے تین مرتبہ اللہ کہا اس کو سزا نہیں دی اور بیٹھ گیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔ حضرت جابرؓ نے کہا کہ ہم ذات الرقاع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم لوگ درختوں میں سایہ لینے کے لئے الگ ہوگئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ ایک مشرک آدمی آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پیڑ سے لٹکی تھی، اس نے آپ پر تلوار کھینچ لی اور کہا مجھ سے ڈرتے ہو، آپ نے فرمایا نہیں۔ کہا کون آپ کی حفاظت کرے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ۔ بس تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور آپ نے اٹھالی۔ آپ نے فرمایا تیری حفاظت کون کرے گا۔ کہا آپ بہتر لینے والے بنئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کہتے ہو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ کہا یہ تو نہیں، مگر ہاں اس کا عہد کرتا ہوں کہ نہ آپ کے ساتھ جنگ کروں گا اور نہ جنگ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہوں گا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور بولا میں سب سے بہتر کے پاس سے آیا ہوں۔

توکل اور حرکت

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اگر تم اللہ پر بھروسہ کرو جیسا بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دے گا جیسے چڑیوں کو دیتا ہے۔ صبح کو خالی پیٹ جاتی ہیں۔ اور شام کو شکم سیر واپس آتی ہیں۔ (ترمذی)

سوتے وقت کی دعا

حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر آؤ تو یہ کہو۔ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَالْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّ رَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ۔

ترجمہ : اے اللہ میں نے اپنے نفس کو تیرے سپرد کیا اور میں نے منہ تیری طرف موڑا اور میں نے اپنا کام تیرے سپرد کیا۔ اور میں نے اپنی پیٹھ تیری طرف رغبت کے ساتھ ڈرتے ہوئے لگائی نہیں ہے ہمارا ٹھکانا اور نہ نجات ہم کو مگر تیری طرف میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اُتاری اور اس نبی پر جس کو تو نے بھیجا۔

آپ نے فرمایا اگر تم اس رات میں مرجاؤ گے تو اسلامی فطرت پر مروگے۔ اور صبح کروگے تو بھلائی کو پہنچ جاؤ گے۔

(بخاری۔ مسلم)

اور ایک روایت میں حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو وضو کرو جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے پھر اپنے سیدھے پہلو پر لیٹ جاؤ اور اس طرح کہو (اور اوپر والی دعا ارشاد فرمائی) پھر فرمایا ان کلمات کو سب کے آخر میں کہہ کے سوؤ۔

مولانا ڈاکٹر محمد طاہر القادری

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وسماجی اہمیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے صرف معلم ومبلغ ہی نہ تھے، بلکہ سب سے پہلے اپنی تعلیم پر خود عامل تھے۔ دوسروں کو جس قدر حکم فرماتے اس سے زیادہ انجام دیتے۔ انسانی اور اخلاقی حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اس قدر عظیم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن غائبانہ بھی اس حقیقت کے معترف رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، رشتۂ ازواج میں منسلک ہونے سے قبل پندرہ سال تک بطور تاجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، وامانت ودیانت اور ایفائے عہد کا مشاہدہ کرتی رہی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے ایمان لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی واخلاقی عظمت کا اقرار کرنے والی وہ خود تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی واخلاقی اقدار کے حوالے سے حضرت خدیجہؓ کا سب سے پہلا بیان جوانہوں نے پہلی وحی کے نزول کی موقعہ پر ارشاد فرمایا، ملاحظہ ہو:

كلا والله لايخزيك الله ابداً انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق۔ (صحيح بخاری، باب بدء الوحی)

ہرگز نہیں! خدا کی قسم اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رسوانہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ایک باپ، ایک شوہر، ایک شہری، ایک ہمسائے، ایک دوست، ایک تاجر اور ایک حاکم، غرض ہر حیثیت سے اس قدر بے داغ، قابل تعریف اور اخلاق کی اعلیٰ قدروں سے معمور ہے کہ اس پر دشمن بھی انگشت طعن نہ رکھ سکے۔ معاشرے کی تمام متداول برائیاں جن میں شراب جوا، بت پرستی، رقص وسرور اور دیگر غیر اخلاقی امور سب شامل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن، نوجوانی اور شباب کے کسی دور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اقدس کو آلودہ نہ کرسکیں۔

یہ بات انسانی واخلاقی حوالے سے کس قدر اہم ہے کہ کفار ومشرکین باوجود عناد وعداوت اور کھلی مخالفت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ "صادق وامین" کے لقب سے یاد کرتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وامانت پر اس قدر اعتماد رہا کہ شب ہجرت جب تمام کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درانور کا محاصرہ کررکھا تھا، اس وقت بھی انہی کی امانتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑی تھیں۔ جن کی ادائیگی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی سخاوت وفیاضی کے ایسے سمندر رہے کہ دشمن بھی محتاجی وپریشانی کے حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سائلین کی ضرورتیں ادھار اٹھا کر بھی پوری کرتے رہتے۔ حتیٰ کہ خود اکثر فاقوں تک کی نوبت رہتی مگر دوسروں کے فاقے ختم فرمادیتے۔

میزبانی کا یہ عالم رہا کہ وہ کفار ومشرکین، جن کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن عزیز سے ہجرت کرنا پڑی، بھی در دولت پر آجاتے تو خود اپنے دست مبارک سے میزبانی فرماتے، ایفائے عہد میں غیر معمولی تکلیف بھی اٹھانا پڑتی تو گوارا فرمالیتے مگر عمر بھر کوئی بھی وعدہ تشنۂ تکمیل نہ رہنے دیا۔ خدمت خلق اور حسن خلق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مثال نہ تھی، انہی انسانی محاسن اور اخلاق خصائل کو دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہوگئے۔ جرأت وشجاعت اور عزم وحوصلہ کے عظیم پہاڑ تھے۔ جنگیں ہوتیں تو خود قیادت فرماتے، خوف ہراس کا عالم ہوتا تو خود آگے تشریف لے جاتے۔

الغرض حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کا یہ وہ عظیم پہلو ہے کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک عالم انسانیت کا کوئی بھی فرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری نہیں کرسکا اور آئندہ بھی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ معیارات پر برابری کا دعویٰ نہ کرسکے گا۔ لہٰذا یہ ایک تاریخی ضرورت ہے کہ ایسی کامل سیرت کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہ پہلو بھی بہت تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی عرصہ میں پورے معاشرے کو ایک عادلانہ نظام اور اعلیٰ اقدار سے آراستہ فرمادیا۔ معاشی اعتبار سے تقسیم وگردش دولت کا نہایت خوبصورت اور منطقی نظام نافذ فرمایا، جس سے ارتکاز دولت کے امکانات تک ختم ہوگئے۔ مثلاً تقسیم وراثت، تجدید وصیت، حرمت سود، حکم انفاق، ناجائز ذرائع آمدنی کی ممانعت اور سرمایہ ودولت پر زکوٰۃ وعشر کے محصولات کی مثالیں، مذکورہ تصور کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ معاشرے کے غرباء ومساکین، یتامیٰ وبیوگان، مزدور، غلام اور دیگر محرومین ومستحقین کو اجتماعی دولت میں یوں حصہ دار بنایا گیا کہ ان کے مالی حقوق مقرر کرکے ریاستی سطح پر لازمی کفالت کا نظام نافذ کردیا گیا۔ اس طرح اسلامی ریاست ایک ویلفیئر اسٹیٹ (Welfare State) بن گئی۔ اس کی پہلی مثال موخات مدینہ تھی۔ تمام معاشرے کو مختلف اکائیوں اور اداروں کی شکل میں منظم کیا گیا، افراد خاندان سے لے کر حاکم اور ریاست تک سب کے حقوق وفرائض کا نظام وضع ہوا۔ تعلیم اور خواندگی کی مہم شروع کی گئی۔ تہذیب وثقافت کے فروغ کے لیے اقدامات کئے گئے۔ اقتصادی، سماجی اور سیاسی اصول وقوانین نافذ کئے گئے۔

عوامی مشاورت اور رعایا کی شرکت اقتدار کا اعلیٰ جمہوری نظام نافذ کیا گیا۔ عوام کو بنیادی انسانی حقوق عطا کئے گئے، ان کے جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی قانونی وریاستی ضمانت مہیا کی گئی۔ آزادی رائے اور اختلاف رائے کی اجازت دی گئی غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو تسلیم کرکے انہیں تحفظ فراہم کیا گیا۔ سیول قوانین، عائلی وازدواجی قوانین فوجداری قوانین، مالیاتی قوانین، عدالتی وضابطہ جاتی قوانین، تجارتی واقتصادی قوانین، فوجی ودفاعی قوانین، جنگ وامن کے قوانین، اقوام وقبائل سے معاہدات کے قوانین، بین الاقوامی قوانین، حتیٰ کہ عام شہری کے نجی وانفرادی حقوق وفرائض سے لے کر اقوام عالم کے معاملات تک قانون سازی ہوئی۔ عرب کا جاہلی معاشرہ، دنیا کا مہذب ترین معاشرہ بن گیا۔ فروغ علم وتعلیم کے ساتھ ساتھ بعض افراد میں علوم میں تخصص کا رجحان پیدا کیا، اخلاقی وروحانی تعلیم وتربیت کے لیے صفہ (صحابہ کرام کی پہلی روحانی خانقاہ) کو تیار کیا۔ عبادات کے نظام کو منظم کرنے کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا، پوری قوم کے ہر فرد کو سپاہی بنادیا گیا تاکہ اجتماعی طور پر جہاد کا شعور بیدار رہے۔

الغرض حضور اکرم نے اس معاشرے کو سماجی وعمرانی اسٹرکچر عطا فرمایا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا وہ تاریخی کارنامہ ہے جس کی کوئی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مختصر یہ کہ جو تعلیمات باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمائی تھیں، آپ نے انہیں ایک نظام کے طور پر نافذ کرکے روئے زمین پر قرآنی معاشرہ قائم فرمادیا۔ سو تاریخی لحاظ سے ضروری ہے کہ اس مبارک سیرت اور اس تاریخی معاشرے کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے اور اس سے انسانی نسلوں کے لئے رہنمائی اخذ کی جائے۔

☆☆☆

مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

سید عبداللہ

میں قرآن ہوں! اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب اور سید الانبیاء علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ میری نظیر لانے سے ساری دنیا کے جن وانس عاجز ہیں۔ میں فرقان ہوں! حق اور باطل، مسلم اور کافر، مومن اور منافق کے درمیان فرق کرتا ہوں۔ میں نور ہوں! جہاں میں ہوں وہاں ظلمت نہیں ٹھہر سکتی اور جہاں میں نہ ہوں وہاں ظلمت ہی ظلمت ہوتی ہے۔ میں اللہ کی مضبوط رسی ہوں! جو مجھے مضبوطی سے تھام لے وہ کبھی راہ حق سے بھٹک نہیں سکتا۔ میں روح کائنات ہوں! میں صرف مردہ دلوں ہی کو زندہ نہیں کرتا بلکہ پوری کائنات کی زندگی اور اس کا ارتقاء مجھ ہی سے وابستہ ہے! جب کائنات کا پیدا کرنے والا اس پر موت مسلط کرنے کا فیصلہ کرلے گا تو پھر مجھے اور میرے حروف کو وہ دنیا سے اٹھالے گا۔

میں اول سے آخر تک ایسی ابدی صداقتوں کا مجموعہ ہوں جن پر جھوٹ کی ہلکی سی پرچھائیں بھی نہیں پڑسکتی۔ میں دین ودنیا، سیاست ومعاشرت، تجارت وحکومت، نکاح وطلاق، صلح وجنگ اور اخلاق ومعاملات جیسے مضامین کا جامع ہوں! یہ جامعیت کسی دوسری آسمانی کتاب کو حاصل نہیں۔ میں وہ واحد الہامی کتاب ہوں جس نے پہلی آسمانی کتابوں کو منسوخ کردیا، اب اگر کسی کو ہدایت مل سکتی ہے تو صرف میری اتباع سے مل سکتی ہے۔ میں ہی وہ واحد آسمانی کتاب ہوں! جو ان پڑھ دیہاتی سے لے کر جدید یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں تک ہر کسی کی روحانی اور علمی پیاس بجھاتی ہوں، میں ہی وہ واحد الہامی کتاب ہوں، جو لاکھوں انسانوں کو زبانی یاد ہے جب کہ دنیا بھر میں توراۃ، انجیل، زبور، گرنتھ صاحب اور ویدوں کا کوئی ایک حافظ بھی نہیں ملتا۔ میں ہی وہ واحد کتاب ہوں جو ہر پہلو سے بے مثال ہے، فصاحت وبلاغت میں بھی بے مثال، فضیلت وعظمت میں بھی بے مثال، معجزہ ہونے میں بھی بے مثال، اثر آفرینی میں بے مثال اور جامعیت میں بھی بے مثال۔

میں دل ودماغ کی کایا پلٹ دینے والا کلام ہوں! میرے اندر وہ مقناطیسیت ہے جو دلوں کو کھینچ لیتی ہے، وہ کیف ہے جو انسان تو انسان، شجر وحجر پر بھی سحر طاری کردیتا ہے، میری ایسی حلاوت ہے جو دل کے سارے تار جوڑ دیتی ہے، ایسی طاقت ہے جو ایک نئے انسان کو جنم دیتی ہے، ایسا نغمہ ہے جو روح کو سرشار کردیتا ہے، ایسی روشنی ہے جو اندر کی تاریک دنیا کو منور کردیتی ہے، ایسی اثر آفرینی ہے جو لمحوں میں انسان کو اپنا اسیر بنالیتی ہے۔

جن لوگوں نے دل کی گہرائیوں سے میری صداقتوں کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی بلندیاں عطا کیں جن پر ملائکہ بھی رشک کرتے تھے، انہیں خالق کائنات نے ایسی عظمت عطا کی کہ عظمتوں اور رفعتوں کے بڑے بڑے مدعی ان کے پاؤں کی ٹھوکر بنے، انہوں نے تاج کسریٰ اور تخت قیصر اپنے پیروں تلے روند ڈالے، وہ عرب کے بدو تھے، علم وحکمت سے خالی تھے، دنیا کی نظر میں حقیر اور ذلیل تھے، مگر جب انہوں نے مجھے سینے سے لگایا تو وہ زمانے کے امام بن گئے۔ قوموں کے مقتدیٰ اور پیشوا بن گئے، ہاں، میں ہی وہ نسخہ کیمیا ہوں جس کے ذریعے تمام روحانی بیماریوں کا علاج کیا جاسکتا ہے، میں ہی وہ سایہ دار درخت ہوں جو اپنے سائے تلے بیٹھنے والوں کو قلبی سکون اور راحت عطا کرتا ہے، میں ہی وہ امام ہوں جو اپنی اقتداء کرنے والوں کو زمانے بھر کا امام بنادیتا ہے، میں ہی وہ باوفا ساتھی ہوں جو قبر میں بھی ساتھ دیتا ہے اور حشر میں بھی وفا کا حق ادا کرے گا، میں ہی وہ سفارشی ہوں جو وہاں سفارش کرے گا جہاں سفارش کرنے سے انبیاء بھی ہچکچائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ میں ایک عظیم ترین کتاب ہوں! لیکن مظلوم ترین کتاب بھی میں ہی ہوں، میں وہ کتاب ہوں جسے دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے، لاکھوں اور کروڑوں سینوں میں، میں محفوظ

ہوں، جہاں توراۃ اور انجیل کے ماننے والے رہتے ہیں وہاں پر بھی مجھے ہی سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے لیکن مجھے جھوم جھوم کر پڑھنے اور سننے والے میرے احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

مجھے جلسوں کی رونق بنایا جاتا ہے، میرے نام پر محفلوں کو گرمایا جاتا ہے، میرے تعویذ بنا بنا کر پہنے اور پلائے جاتے ہیں، خوبصورت غلافوں میں بند کر کے مجھے طاقوں میں سجایا جاتا ہے، مردوں کے ایصال ثواب کے لئے بھی مجھے پڑھا جاتا ہے لیکن میری روشن اور انقلابی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق کسی کو نہیں ہوتی۔

ظالم حکمران اپنی تقریروں کا آغاز میری تلاوت ہی سے کرتے ہیں، لوٹ کھسوٹ پر مبنی دوکانوں اور کارخانوں کا افتتاح میرے ختم ہی سے کیا جاتا ہے، لیکن میری روح سے واقفیت، میرے درد کو سمجھنے اور میرے پیغام پر توجہ دینے کی سعادت کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔

مجھے ایسے لوگ بھی پڑھتے ہیں جن پر میں لعنت کرتا ہوں، میرا نام لے کر وہ بھی اپنا قد بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں جن کی قیمت میری نظر میں مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہوتی، کیا میں ایسوں پر پھٹکار نہیں کروں گا جو حرام کھاتے ہیں، حقوق پر ڈاکے ڈالتے ہیں، جور وجفا کے عادی ہوتے ہیں، سر سے پاؤں تک نفسانی خواہشات میں ڈوبے ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں، مغرب کے غلام ہوتے ہیں اور پھر میرا نام بھی لیتے ہیں، اپنی ہر شیطانیت، ہر خباثت اور ہر شرارت کو میری آیات سے سند جواز فراہم کرنا چاہتے ہیں؟

ہاں! میں مظلوم ہوں کہ مجھے بنا سنوار کر پڑھا تو جاتا ہے لیکن میرے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھ کر اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ میری مظلومیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہر وہ مرد اور عورت جسے بولنے کا ڈھنگ آتا ہے اور اس نے انگریزی اور اردو تراجم اور تفاسیر کا مطالعہ کیا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو مجتہد سمجھنے لگتا ہے، ان میں ایسے ایسے سنگ دل بھی ہوتے ہیں جو ناچ بھنگڑے اور سود تک کو میری آیتوں سے حلال ثابت کرتے ہیں۔

جب مسلمانوں نے مجھ پر ظلم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تو اب کفار بھی پیچھے کیوں رہتے، انہوں نے اپنی اسکرٹ پر، اپنے لباس پر میری آیات کو پرنٹ کیا اور اپنے غلاظت میں لتھڑے ہوئے جسم پر اس لباس کو پہن لیا، بعض بدبختوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور میرے مقدم الفاظ کو جوتوں پر لکھ دیا اور اب تو ان کی جسارت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ عظیم ترین انسان جس نے اپنی سیرت وکردار اور عملی زندگی سے میرے احکام ساری دنیا کو سمجھائے، اسی مقدس ومبارک انسان کی ازدواجی زندگی پر اب وہ فلم بنا رہے ہیں۔

آہ! کیا یہ دن بھی مجھے دیکھنے تھے کہ سیدہ عائشہ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہما جیسی عفت مآب اور فخر انسانیت خواتین کو استہزاء بنا کر پیش کیا جائے گا؟ اور ان کا کردار وہ ننگ انسانیت اور حیا باختہ خواتین ادا کریں گی جن کی ہر شب گناہوں کی کالک کا نیا عنوان ہوتی ہے۔

آہ! میرے ایک ارب تیس کروڑ نام لیواؤ! میں کتنا مظلوم ہوں، اپنے اور پرائے مجھے کس قدر دکھ دے رہے ہیں، کیا تمہارے چھپن ممالک میں سے کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں جو میری تعلیمات کو، سارے احکام کو سارے نظام کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کرسکے؟ ہزاروں بادشاہوں، شہزادوں، وزیراعظموں، رئیسوں اور وزیروں میں کوئی بھی نہیں جو میرے توہین وتنقیص پر صدائے احتجاج بلند کرسکے؟

مجھے بنا سنوار کر پڑھنے والو! کیا تمہارے پاس اتنا وقت نہیں کہ اپنی عملی زندگی میں میرے احکام کو جاری کرسکو؟ کیا واقعی اب میں صرف طاقوں میں سجانے، قسمیں اٹھانے، تعویذ پلانے، فال دیکھنے دکھانے، مردوں کو ثواب پہنچانے اور جائز وناجائز تقریبات کے افتتاح ہی کے لئے رہ گیا ہوں؟ مجھے ڈر ہے کہ میں جس غیور ذات کا کلام ہوں، وہ میری تنہائی دیکھ کر کہیں مجھے اپنے پاس واپس نہ بلالے۔

ہاں! اس میں شک نہیں کہ تم میرا تذکرہ بہت کرتے ہو، مجھے سحر انگیز آواز میں پڑھنے والے قاریوں کی تلاوت پر ماشاءاللہ، سبحان اللہ کی صدائیں بھی بلند کرتے ہو، لیکن نامعلوم میں پھر بھی کیوں تنہائی اور مظلومیت محسوس کرتا ہوں۔

کس بزم میں میرا ذکر نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

محمد قمر الزماں ندوی

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

اپنے خطبات کے آئینے میں

دنیا میں بعض شخصیتیں اتنی جامع الصفات ہوتی ہیں کہ ان کے کارناموں اور کارگذاریوں پر نظر ڈالنے کے بعد یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوجاتا ہے کہ زندگی کا کون سا پہلو ایسا ہے کہ جو اس شخصیت کے لئے وجہ امتیاز ہے۔ اور جس کی چھاپ زندگی پر زیادہ ہے۔ انہی عبقری اور جامع الکمالات شخصیتوں میں ایک اہم شخصیت حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی ہے۔

''حضرت قاری صاحبؒ کی شخصیت گوناگوں اوصاف و امتیازات کی حامل تھی۔ انہوں نے اپنے ان اوصاف و امتیازات کو استعمال کرتے ہوئے دین و ملت کی بے مثال خدمات انجام دیں۔ آپ علمی و عملی دونوں سطحوں پر سرگرم رہے۔ اور دونوں ہی کے تعلق سے اپنی الگ تاریخ بنائی دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام اور انصرام کی گراں بار ذمہ داریوں اور اس میں شب و روز اشتغال اور ساتھ ہی آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی سرپرستانہ معروفیات کے باوجود ان کا اشہب لسان وقلم اپنے معمول کی تیز رفتار کے ساتھ زندگی بھر دوڑتا رہا جس کے نتیجے میں ڈیڑھ سو سے زائد علمی شہہ پارے اسلامی مکتبات کی زینت بنے اور وہ آج تشنگان علم کی سیرابی و آسودگی کا ذریعہ ہے۔

الغرض حضرت قاری صاحبؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور جن کے فکر و عمل کے دائرے زندگی کے تمام گوشوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس وقت حکیم الاسلام حضرت قاری صاحبؒ کی شخصیت کے صرف ایک پہلو پر نظر ڈالنا مقصود ہے۔ اور وہ ہے۔ ''حضرت قاری صاحبؒ کی تقریری اور خطابی صلاحیت''۔

ماضی کے چند مایۂ ناز خطیبوں اور واعظوں کی ایک فہرست مرتب کی جائے تو ان میں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا ابوالکلام آزادؒ مولانا احمد سعید دہلویؒ مولانا قاری محمد طیبؒ مولانا علی میاں ندویؒ مولانا منظور عثمانیؒ اور مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ سرفہرست رہیں گے۔ لیکن ان سب میں گل سر کی حیثیت حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کو حاصل ہوگی۔

تقریر و خطابت کی صلاحیت حضرت قاری صاحب میں کمال کی تھی۔ ہر موضوع پر ہر طرح کے مجمع میں اس طرح خطاب کرتا کہ ان کی بات دلوں میں چھوتی ہوئی چلی جائے ان کی تقریر کی قوت تاثیر کا نشان تھا مخالف سے مخالف بھی حضرت قاری صاحب کے وعظ و تقریر سے متاثر ہوتا تھا گویا وہ اسی شعر کے مصداق تھے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کے جو اس نے کہا میں نے بھی سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

برصغیر کا شاید یہی کوئی خطہ اور گوشہ ہو جہاں حضرت قاری صاحب کی آواز نہ پہنچی ہو اس کے علاوہ امریکہ اور امریکہ تک آپ کے وعظ و ارشاد کے فیوض و برکات پھیلے اور ان سے نہ جانے کتنے زندگیوں میں انقلاب آیا۔

آپ کی زبان شستگی اور شائستگی کا نمونہ تھی نرم ودم گفتگو آپ کا شعار تھا۔ نہایت نپے تلے جمع۔ ہر قسم کے حشو وزائد گنجلک سے پاک۔ فلسفیانہ مضامین کو بھی اس سادگی اور پرکاری کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ آپ کی زبان و اسلوب میں رکاکت اور غیر سنجیدگی نہیں آتی طویل سے طویل تقریروں میں بھی تکرار کا گذر ہوتا اور نہ ہی اصل لہجہ اور اسلوب میں کوئی فرق پیدا ہوتا بس شروع سے آخر تک دریا کی سی روانی کے ساتھ بولتے جاتے تھے۔ مولانا سعید اکبر آبادیؒ لکھتے ہیں۔ ''گھنٹوں بولتے، زبان بڑی شیریں شگفتہ اور شائستہ کہیں کہیں ظرافت اور مزاج آمیز آواز از اول تا آخر یکساں نہ زیر و بم نہ اتار چڑھاؤ مگر ساتھ ہی منطقی استدلال اور فلسفیانہ مضامین۔ اس لئے تقریر عوام و خواص دونوں کے کام کی۔'' (بحوالہ کاررواں ادب)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے تھے کہ ''ان کی ایک تقریر میں میری سال بھر کی سیکڑوں تقریریں تیار ہوجاتی ہیں۔'' حضرت قاری صاحبؒ کسی بھی موضوع پر تقریر فرماتے یوں محسوس ہوتا کہ پورا کتب خانہ ہی حضرت کے سامنے کھلا پڑا ہے۔ ہر بات قرآن و حدیث اور فقہ کے حوالے سے فرماتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی زبان میں بڑی کشش اور تاثیر پیدا ہوجاتی تھی۔

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ قاری صاحبؒ کی تقریری صلاحیت اور اس کی اثر انگیزی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں وہ ہماری جماعت کے علماء میں جس کو اس عاجز نے دیکھا ہے حضرت مولانا بشیر احمد عثمانی کو مستثنیٰ کر کے سب سے اچھے مقرر اور واعظ تھے ان کی تقریر بڑی عالمانہ اور حکیمانہ ہوتی مدوجزر اور جوش و خروش بالکل نہ ہوتا لیکن سامعین کے لئے بڑی دلکش اور تسکین بخش ہوتی اللہ تعالیٰ نے مشکل مضامین کی تفہیم پر بڑی قدرت عطات فرمائی تھی۔ (بحوالہ ماہنامہ ہدایت کاراستہ)

الغرض حضرت قاری صاحبؒ کو قدرت نے حسین و شیریں الفاظ میں مافی ضمیر ادا کرنے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا دقیق ترین علمی مسائل کو بھی آسان زبان میں آپ پیش فرماتے تھے ''سائنس اور اسلام'' یہ آپ کی علی گڑھ یونیورسٹی کی ایک تقریر ہے امام الانبیاء کی ایک حدیث مبارکہ سے بطور اجتہاد پوری سائنس کو ثابت فرمایا اور ایک ''فلسفہ نماز'' ہے فلاسفروں کو تین طبقات میں تقسیم فرما کر تینوں کی تردید فرمائی اور پھر عجیب انداز سے حکمت صلوٰۃ یا حقیقت صلوٰۃ بیان فرمائی۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ قاری محمد طیب صاحبؒ کی شیریں بیانی اور حسن خطابت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''قاری صاحبؒ عوام کی اصلاح اور وعظ و ارشاد میں شیخ وقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے متبع تھے۔ حسن تقریر اور دعوتی و اصلاحی رنگ ان کا امتیاز تھا۔ جس سے ہزاروں انسانوں کو فائدہ پہنچا۔ ہزاروں دلوں میں دین کے احترام کا جذبہ اور علماء کے متعلق حسن ظن پیدا ہوا۔ اور ایسا خوش بیان مقرر اور واعظ وسیع المعلومات اور نورانی شکل کا عالم مشکل سے دیکھنے کو ملتا ہے۔ (پرانے چراغ جلد سوم) حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب حضرت قاری صاحبؒ کی تقریری صلاحیت اور اس کی اثر انگیزی کے بارے میں لکھتے:

''جہاں تک وعظ و خطابت کا تعلق ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں حضرت قاری صاحبؒ کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے۔ نہ جوش وخروش نہ فقرے چست کرنے کا انداز نہ پرتکلف لسانی لہجہ اور ترنم، نہ خطیبانہ ادائیں لیکن اس کے باوجود وعظ اس قدر موثر دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اس سے عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ اور مستفید ہوتے تھے۔ مضامین اونچے درجہ کے عالمانہ اور عارفانہ لیکن انداز بیان اتنا سہل کے سنگلاخ مباحث بھی پانی ہوکر رہ جائے۔ جوش وخروش نام کو نہ تھا۔ لیکن الفاظ و معانی کی ایک نہر سلسبیل تھی جو یکساں روانی کے ساتھ بہتی اور قلب و دماغ کو نہال کردیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منہ سے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے موتی جھڑ رہے ہیں ان کی تقریر میں سمندر کی طغیانی کے بجائے ایک باوقار ٹھہراؤ تھا جوان کو زیر و زبر کرنے کے بجائے دھیرے دھیرے اپنے ساتھ بہا کرلے جاتا۔''

قاری صاحب کی تقریر کی اثر انگیزی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا تقی عثمانی صاحب ایک واقعہ لکھتے ہیں:

حضرت قاری صاحبؒ نے مخالف فرقوں کی تردید کو اپنی تقریر کا موضوع کبھی نہیں بنایا۔ لیکن نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں نے ان کے مواعظ سے ہدایت پائی اور کتنے غلط عقائد و نظریات سے تائب ہوئے۔

لاہور میں ایک صاحب علماء دیوبند کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے سے بہت متاثر اور علماء دیوبند سے بری طرح برگشتہ تھے۔ طرح طرح کی بدعات میں مبتلا بلکہ ان کو کفر و ایمان کا معیار قرار دینے والے، اتفاق سے قاری صاحب لاہور تشریف لائے۔ اور وہاں کی ایک مسجد میں آپ کے وعظ کا اعلان ہوا۔ یہ صاحب خود سناتے ہیں کہ میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ان کے وعظ میں اس نیت سے پہنچا کہ انہیں اعتراضات کا نشانہ بناؤں گا اور موقع ملا تو اس مجلس کو خراب کرنے کی کوشش کروں گا۔

لیکن اول تو ابھی تقریر شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت قاری صاحبؒ کا معصوم اور پرنور چہرہ دیکھ کر ہی میرے عزائم میں زلزلہ سا

آ گیا۔ دل نے اندر سے گواہی دی کہ یہ چہرہ کسی بے ادب۔ گستاخ یا گمراہ کا نہیں ہوسکتا پھر جب وعظ شروع ہوا اور اس میں دین کے جو معارف وحقائق سامنے آئے تو پہلی بار اندازہ ہوا کہ علم دین کسے کہتے ہیں؟ یہاں تک کہ تقریر کے اختتام میں حضرت قاری صاحب کے آگے موم ہو چکا تھا میں نے اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کی اور اللہ نے بزرگان دین کے بارے میں ایسی بدگمانیوں سے نجات فرمائے۔ مخالف کو موافق

بينك و بينه عداوة كأنه ولي حميد.

بنانے اور دشمن کو دوست بنانے کا یہی وہ نبوی طریقہ ہے جس کو قاری صاحب نے تمام عمر اختیار کئے رکھا۔ مولانا عثمانی آگے لکھتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ سہارنپور کے پاس ایک جگہ ہے شیخوپورہ وہاں ایک بزرگ کے مزار پر عرس ہوتا تھا جس کے سجادہ نشین دارالعلوم دیوبند کے مدرس مولانا محمد نعیم صاحب کے والد حکیم منعم صاحب تھے انہوں نے مہتمم صاحب کو عرس کے موقع پر تقریر کے لئے دعوت دی حضرت مہتمم صاحب نے دعوت قبول فرمالی اور ایسی پراثر تقریر فرمائی جس سے بزرگان دین کی سچی محبت دل میں پیدا ہو اور بدعتوں سے خود بخود طبیعت میں دوری پیدا ہو جائے کسی پر کوئی سیدھا اعتراض نہیں کیا عرس کی تقریبات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی بلکہ سچائی اور اسلام کی صحیح تقریر سامنے رکھ دی تا کہ خود بخود دیکھ لیں کہ اسلام کی صحیح تعلیم کیا ہے۔ (ماہنامہ ہدایت کا راستہ حکیم الاسلام نمبر)

آپ کے مواعظ و بیانات علم و حکمت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا۔ خیر المدارس جالندھر کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جب حضرت قاری صاحب کا بیان ہوتا تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسا نامور خطیب اسٹیج کے بجائے نیچے سامعین میں حضرت قاری صاحبؒ کے سامنے بیٹھ کر بیان سنتے اور جھوم جھوم کر وارفتگی کے عالم میں بار بار داد دیتے اور فرماتے۔

''قاری طیب نہیں مولانا قاسم صاحبؒ کی روح بول رہی ہے۔''

حضرت قاری صاحب قرآن وحدیث کے غواصی اور ان کی تہہ میں موجود درہائے یکتا کو آسان سلیس زبان میں منصۂ شہود پر لا کر سامعین کے دل ودماغ کو مسحور کر دیتے۔ خطبات حکیم الاسلام کے نام سے اب تک ان کے مواعظ وتقریر کی جو جلدیں شائع ہو چکی ہیں ان کو پڑھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت قاری صاحب نے ہر موضوع پر کیسا عارفانہ اور حکیمانہ خطاب فرمایا ہے۔

ہم یہاں حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی تقریروں کے صرف دو نمونے آپ سب قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

۱۹۷۲ء میں آپ کی صدارت میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن عظیم الشان پیمانے پر شہر بمبئی میں منعقد ہوا۔ کرسی صدارت پر رونق افروز ہو کر آپ نے جو معرکۃ الآراء خطبہ دیا اور ارباب اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جس واشگاف انداز میں گفتگو فرمائی وہ بے مثال لازوال اور آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔

''آج مسلم پرسنل لا کے نام سے ان تبدیلیوں کا مواد بنام اصلاح وترمیم پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ اصلاح اسی قسم کی ہے جسے قرن اول کے منافقین **انما نحن مصلحون** کے نعرے کے ساتھ لے کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن **عالم الغيب و الشهادة** نے کھلا اعلان فرما دیا **ألا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون**.

مجھے اس وقت ایک سخت لفظ کہنے پر معاف کیجئے کہ وہ سماج کتنا دیوث ہے جو لاکھوں، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو بازار میں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے اور چار شادیوں کی محض اجازت اور وہ بھی خاص شرائط عدل ودیانت سے مشروط اجازت پر اعتراض کرتا ہے۔

جس ملک میں راتوں کے کلب ہوں مادر وطن کی بیٹوں کے بدن سے عفت عصمت کا لباس رات بھر اتار کر تار تار کیا جا رہا ہو۔ اور خدائی غضب سے حکومت اور سماج بے نیاز ہو ایسے ملک کے چند ایسے سر پھرے مصلحین کو مسلم پرسنل لا کے بارے میں کچھ کہنے سے پہل سو بار خود شرمانا چاہئے تھا۔ جنہیں بے شرم سماج کو ٹوکنے تک کی بھی ہمت نہیں۔ ان میں اسلام کے فطری اور اعلیٰ وارفع قانون عصمت پر حرف زنی کرنے کے کی ہمت آخر کہاں سے پیدا ہو گئی۔

بہر حال نعرہ زنوں کا انداز قد ہر لباس میں عریاں ہے۔ خواہ وہ آئین کا لباس پہن کر آئین سماج اور معاشرہ کی اصلاح کا۔ لیکن اگر

ان میں سے کوئی فرد دین خداوندی میں ترمیم وتبدیلی کا نعرہ بزعم خود کوئی اصولی بات سمجھ کر لگا رہا ہے تو میں اس اجتماع کے موقع پر اپنے تمام علماء کرام اور دانشوران محترم کی طرف سے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے اس عقیدے پر اٹل ہیں کہ جس طرح خدائے بزرگ و برتر نے اپنے نظام خلق کو اپنی فطرت پر قائم کیا ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے کہ **لاتبديل لخلق الله** اسی طرح اس نے اپنے نظام امر کو بھی جس کا نام دین ہے۔ اپنی فطرت کی اساس پر قائم کیا ہے۔ اس لئے اس میں تبدیلی ممکن نہیں **لا تبديل لكلمات الله** یہ قانون فطرت ہے اور فطرت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی زمین آسمان چاند سورج اور کواکب ونجوم کو نہیں بدل سکتا۔ صرف اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے تو دین کے کلیات وجزئیات احکام وآداب اخلاق وعقائد معاملات ومعاشرت اور اجتماعی قوانین تک کی فطری حدود کو نہیں بدل سکتا۔ وہ صرف فائدہ اٹھانے کے لئے اتارے گئے ہیں۔ بدلنے کے لئے نہیں لائے گئے۔ بدلنے کی جب بھی سعی لاحاصل کی جائے گی تو خدائی حدود تو اپنی جگہ قائم رہیں گی۔ لیکن بدلنے والوں کے حق میں سماج کا ڈھانچہ بکھر کر غلاظتوں اور گناہوں کا ڈھیر ہو جائے گا۔

(مقدمہ خطبات حکیم الاسلام جلد ۴)

ایک موقع پر ''آزادی کی حقیقت واہمیت اور آزادی ہند میں دارالعلوم دیوبند کا کردار'' کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

''آج ۱۵ راگست ۱۹۵۷ء ہے جو ہندوستان کا یوم آزادی ہے، ملک کا ہر ایک باشندہ خوشیاں منا رہا ہے۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ آزادی سے بڑھ کر خوشی منانے کی اور کوئی چیز ہو بھی نہیں سکتی۔ جب کہ آزادی ہی ہر خوشی کا سر چشمہ ہے۔ لیکن یہ آزادی ہمیں اچانک نہیں مل گئی۔ اور آسمان سے بارش کی طرح ایک دم برس نہیں گئی۔ بلکہ کتنے ہی صبر آزما دنوں مہینوں اور سالوں اور کتنے ہی دار ورسن کے ہنگاموں...... اور قید و بند کے ہیبت ناک کٹہروں بلکہ کتنی ہی تڑپتی ہوئی لاشوں سے گذر کر یہ آزادی کی دولت ہم تک پہنچی ہے۔ گو آج کی تاریخ میں آزادی کا پارسل ہمیں یک دم اور پرامن طریق پر اچانک شب کے بارہ بجے موصول ہو گیا لیکن وہ کتنے تاریک سمندروں سے گزرتا ہوا ہندوستان پہنچا۔ کتنے طوفانوں میں سے نکلا اور کتنی خطرناک خلیجیں اس کی راہ میں حائل ہوئیں جن کا کتنے ہی آہنی قسم کے انسانوں نے مقابلہ کیا......

ایسے اہم سوالات ہیں جن سے ہماری تاریخ وابستہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا اس لئے آزادی کی خوشی کے ساتھ اگر ان غموں کی اور غم سہنے والی عظیم المرتبت شخصیتوں کی داستان سامنے لائی جائے جو آزادی کے اولین علمبردار تھے تو نہ آزادی کی خوشی...... ہی مکمل ہو سکتی ہے اور نہ یوم آزادی کوئی روشن دن ہی بن سکتا ہے کیونکہ ہماری خوشی کی تعمیر ان غموں اور غم خواریوں کی اساس پر کھڑی ہوئی ہے۔ اگر وہ قید و بند اور دار ورسن کا غم نہ کھاتے تو یہ آزادی کی خوشبو ہمارے دماغ تک نہ پہنچتی...... اس لئے ہماری خوشی ان کی آزادی خواہانہ روشوں کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ (خطبات حکیم الاسلام۔ ج ۹)

سامعین کے دلوں کو موہ لینے اور ان کے دماغ کو قید کرنے والی ایسی پراثر تقریریں اس زمانے میں بہت کم مل سکیں گی کیونکہ تقریر ووعظ اور خطابت وارشاد کا فن فی زمانہ عام طور پر پیشہ وارانہ ہاتھوں میں پڑ کر اپنی عظمت وتقدس کو کھو بیٹھا ہے۔ الغرض فن تقریر وخطابت میں حضرت قاری صاحب کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہمہ گیر اور گونا گوں ہے۔ آپ نے اس موضوع کو فن کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ وقت کی نزاکت اور فطری مناسبت کے لحاظ سے اختیار فرمایا تھا۔

مراجع و مصادر

کتب و رسائل	مصنف و مرتب
۱- پرانے چراغ۔ ج ۳	مولانا علی میاں ندویؒ
۲- خطبات حکیم الاسلام۔ ج ۹/۴	حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب
۳- کاروان ادب اکتوبر ۲۰۰۶ء	مضمون نگار مولانا عمید الزماں قاسمی
۴- حکیم الاسلام قاری محمد طیب	مولانا فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی
۵- ماہنامہ ہدایت کا راستہ (حکیم الاسلام نمبر)	(مرتب) محمد ذکی الدین ذکی
۶- چند مشاہیر	عبداللہ عثمانی (ایم۔اے۔)
۷- تاریخ دیوبند	محمد محبوب رضوی

●●

مولانا انصار اللہ قاسمی

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد!

عورت کی امامت

گزشتہ دنوں پھر ایک مرتبہ مغرب زدہ خواتین کو امامت کا شوق چرایا۔ ایک دو ماہ پہلے لکھنؤ کی ایک خاتون نے خطبہ نکاح پڑھا کر اپنے قاضی بننے اور کہلانے کا شوق پورا کیا۔ نفسانی خواہشات اور شیطانی خیالات کی پیروی جن خواتین کو مرغوب اور محبوب ہوتی ہیں وہ بہت جلدی اور تیزی کے ساتھ ''آزادی نسواں'' اور ''مساوات مرد و زن'' کے بہ فریب اور کھوکھلے نعروں سے مرعوب و مغلوب ہو جاتی ہیں۔ اس بناء پر ان خواتین کی غور و فکر کی صلاحیتیں مفلوج ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد انہیں اپنی ترقی و کامیابی، اسلامی قوانین کی پابندی اور پیروی میں نہیں مغربی تہذیب و سرخروئی کا معیار و مدار سمجھتی ہیں۔

عورت کی امامت کے مسئلہ پر چند امور پیش نظر رہیں: ایک یہ کہ یہ مسئلہ اسلامی فریضہ کے نام پر پیدا کیا گیا۔ اس لیے عورت کے بارے میں اسلام کے بنیادی نظریہ اور تصور کو جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی نظر میں عورت کوئی نمائش اور تشہیر کی چیز نہیں ہے۔ پوشیدہ ہونا اور چھپ کر رہنا خود عورت کا لفظی ترجمہ ہے۔ اسلام کی نگاہ میں خواتین کی عظمت و فضیلت ''چراغ خانہ'' بن کر رہنے میں ہے نہ کہ ''شمع محفل'' وہ اس کو گھر کی ملکہ کی حیثیت دیتا ہے۔ اسلام میں مردوں کو عورتوں کی نگرانی و نگہبانی کا حکم دیا گیا اور خود عورتوں بھی تاکید کی گئی، وہ اپنی عفت و عصمت کی پوری حفاظت کریں۔ کیوں کہ وہ نازک آبگینہ کی سی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر کے موقع پر فرمایا کہ انہیں سنبھال کر چلو کہیں آبگینے ٹوٹ نہ جائیں۔ عورت کی خوبی اور کمال اس کے نازک باندام اور ناز وادا کی بناء پر ہے نہ کہ ویٹ لفٹر کہلانے میں۔ پھر یہ کہ شیشہ اور گلاب کی نزاکت اس کے لئے نقص و عیب کے بجائے اس کی خوبصورتی کی علامت ہے اسی طرح یہ عورت کے لیے بھی ہے۔ نیز یہ کہ ہر چیز کی خصوصیات و کمالات کی بنیاد پر ان کے متعلق احکام و تدابیر میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ اور ناخن دونوں اعضاء جسم ہیں، لیکن آنکھ کے سلسلے میں جو احتیاط ہوتی ہے وہ ناخن کے متعلق نہیں ہوتی۔ ہر ایک عضو کو اس کی حیثیت کے مطابق اس کا مستحق مقام اور اہمیت دی گئی۔ اس کے بعد ''مساوات آنکھ و ناخون'' کا نعرہ ایسے ہی ہے جیسے ''مساوات مرد و زن''۔

عورت کے بارے میں اسلام کے اس بنیادی نقطہ نظر کی بناء پر عورت کو پردہ حجاب کا پابند بنایا گیا۔ باہر کی زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ، دوش بدوش اور قدم بقدم چلنے کے بجائے خواتین کو حکم ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں۔ **وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ** مردوں کو باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں افضل بتایا گیا۔ لیکن عورتوں کو نماز کی ادائیگی کے لیے گھر کا کونہ اور گوشہ بہترین جگہ قرار دی گئی۔ عورتوں کو نامحرم لوگوں سے نرم انداز میں گفتگو سے منع کیا گیا۔ **وَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ**۔ اس لئے کہ نامحرم سے گفتگو کے دوران اگر چہ برا جذبہ اور غلط ارادہ نہ بھی ہو، لیکن دل کا چور از خود آواز میں ''حلاوت'' لہجے میں ''لگاوٹ'' اور انداز میں ''گھلاوٹ'' پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح خواتین کو ایسی رفتار سے چلنے پر روکا گیا کہ لوگ خواہ مخواہ ان کی طرف متوجہ ہوں۔ **وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ**۔ مطلب یہ کہ چلنے کے دوران پازیب کی جھنکار سننے میں نہ آئے ورنہ ایسا محسوس ہوگا کہ چلنے والی خاتون کا قدم زمین پر نہیں دیکھنے والے کے دلوں پر پڑ رہا ہے۔ اس کے علاوہ خوشبو لگا کر باہر نکلنے کو عورت کے لیے اچھا نہیں سمجھا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو خاتون عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔ (ترمذی باب کراہت)

عورت کے بارے میں پردہ حجاب سے متعلق تفصیلی احکام کا یہ مختصر خلاصہ ہے۔ اس سے ہر صاحب عقل و فہم اندازہ لگا سکتا ہے کہ بنیادی طور پر اسلام عورت کو کہاں رکھتا ہے؟ اور اس سے وہ کیا چاہتا ہے؟ اگر عورت کی امامت جائز مان لی جائے تو کیا وہ بحیثیت امام پردہ حجاب کی پابندیوں کو پورا کر سکتی ہے؟ عورت کے امام بننے کے بعد کیا اسلام کا یہ بنیادی نقطہ نظر باقی رہ سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں عورت کی امامت کا تصور ہی نہیں ہے۔ ابتداء اسلام میں خواتین کو مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ اس وقت بھی انہیں حکم تھا کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کے لیے بہترین صف پہلی صف اور بدترین صف آخری صف ہے اور خواتین کے لئے بہترین صف آخری صف اور بدترین پہلی صف ہے (ترمذی: باب ماجاء فی الرجل ویصلی معہ رجال ونساء) اسی طرح جب گھر میں محرم رشتہ داروں کے ساتھ باجماعت نماز کی ادائیگی کا موقع ہو تو تب بھی حکم ہے کہ مرد و عورت پہلو بہ پہلو نہ ٹھہرے، خواہ وہ شوہر بیوی اور ماں بیٹے ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے موقع پر صفوں کی ترتیب میں پہلے مردوں کی، پھر بچوں کی اور آخر میں عورتوں کی صف ہوتی ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میری نانی حضرت ملیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور یتیم (غالباً حضرت انسؓ کے بھائی کا نام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور میرے نانی حضرت ملیکہ ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں (حوالہ سابق) حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے بیدار ہوتے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہوا اور حضرت عائشہؓ ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں (نسائی باب موقف الامام اذا کان معہ صبی وامراۃ) نیز مرد و خواتین کی مشترکہ نماز میں امام سے غلطی ہونے پر حکم ہے کہ مرد حضرات سبحان اللہ کہہ کر یاد دہانی کرائیں اور خواتین الٹی ہتھیلی بجا کر آگاہ کریں (بخاری باب التصفیق للنساء) مرد و خواتین کی مشترکہ (مخلوط نہیں) نماز میں اس طرح کی جزئی تفصیلات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی شریعت میں عورت کی جگہ کیا ہے اور کہاں ہے؟ عورت کے متعلق اسلام کا یہ بنیادی نقطہ نظر مرد و عورت کے درمیان پیدائشی فرق، جسمانی بناوٹ اور طبیعت و مزاج کے اختلاف کی بناء پر بھی ہے۔

اس لئے کہ مہذب اور ترقی یافتہ سمجھے جانے والے اس دور میں بھی اگر چہ خواتین زندگی کے مختلف محاذ پر مردوں کے دوش بدوش چلنے کے لیے عملی میدان میں خم ٹھونک کر نکلی ہیں، لیکن ان کے متعلق عام تصور اور خیال اب بھی یہی ہے کہ وہ مردوں کے مقابلہ میں کمزور طبیعت کی مالک اور نازک مزاجی کی حامل ہیں۔ اس لئے ملازمت اور دیگر شعبوں میں خواتین کو حکومت خصوصی مراعات اور تحفظات فراہم کرتی ہے، جو مردوں کی برتری اور بالا دستی کے سبب عورتوں تک نہیں پہنچ پاتے۔ عورتوں کی کمزوری اور نازک مزاجی بالکل فطری اور قدرتی ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی جسمانی قوتوں اور صلاحیتوں میں ایک تہائی فرق ہے۔ عورتوں کا دل مرد کے دل سے مقابلہ میں ۶۰ گرام بڑھ کر ہوتا ہے۔ نیز مردوں کا دماغی حجم کا تناسب ان کے جسم سے ۱/۴۰ اور خواتین کے دماغ کا حجم کا تناسب ان کے جسم سے ۱/۴۴ کا ہوتا ہے (ملخص خواتین اور انتظامی مسائل، مولفہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

اس فرق کا نتیجہ ہے کہ ذہن و دماغ سے متعلق مضامین میں خواتین کی نمائندگی کم ہے۔ یہ تحقیق بھی سامنے آئی کہ حساب اور انجینیرنگ جیسے مضامین خواتین کی عدم دلچسپی، ان کا جسمانی اختلاف ہے۔ امریکہ میں کی جانے والی تحقیق کے مطابق ۲ سال تک ذہین طلبہ کا ریکارڈ دیکھا گیا کہ لڑکے حساب، کمپیوٹر،

سائنس اور انجینئرنگ میں بہتر مظاہرہ کرتے ہیں جبکہ بایولوجی، سماجیات اور عمرانیات میں لڑکیوں کو صلاحیت وقابلیت اچھی اور بہتر ہوتی ہے۔ (ڈاکٹر ایم اجمل) مرد اور عورت کے فطری صلاحیتوں کے فرق کو سامنے رکھ کر ان دونوں کے دائرہ کار اور سماجی مقام کو بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ عورتوں کے بارے میں عمرانیات، فلسفہ اور نفسیات کے ماہر پروفیسر کائٹ لکھتے ہیں:

''ہر دور نے عورتوں کے بارے میں ہمارے دور کی طرح عورتوں کی اجتماعی حیثیت سے متعلق غلط فہمیوں کو جنم دیا ہے۔ لیکن فطری قانون یہ ہے کہ عورتیں گھریلو زندگی کے لیے ہیں، اس قانون فطرت میں کبھی کوئی اہم تغیر نہیں ہوا ہے اور یہی قانون صحیح ہے۔ ضروری ہے کہ عورتوں کی زندگی گھریلو ہو اور اسے خارجی کاموں سے آزاد رکھا جائے تاکہ وہ اپنے فرائض انجام دے سکے۔ (خواتین اور انتظامی مسائل: ۸ از حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

مرد عورت کی فطری صلاحیتوں کے اسی فرق کی بناء پر اسلام نے ان دونوں کے حقوق کی تعیین اور ذمہ داریوں کی تقسیم میں ''مساوات'' کے بجائے ''عدل'' کو بنیاد بنایا۔ عورت کی فطری صلاحیتوں اور طبعی تقاضوں کے مطابق اس کا دائرہ کار گھر رکھا گیا اور نسل انسانی کی تربیت وپرورش اس کی ذمہ داری قرار دی گئی۔ گھر کے باہر کی ذمہ داریاں مرد کے سپرد کی گئیں۔ حکومت واقتدار چونکہ گھر کے باہر کا معاملہ ہے اس لئے یہ مردوں کا حق تسلیم کیا گیا۔ عہد رسالت میں ایران میں کسریٰ کے انتقال کے بعد اس کی بیٹی کو حاکم وبادشاہ بنایا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے کسی عورت کو حاکم وبادشاہ بنایا ہو۔ مذہبی امور وفرائض کی انجام دہی میں ''امامت خود بھی ایک سیادت وقیادت ہے اور اس کی حیثیت دنیاوی حکومت واقتدار سے بلند ہے۔ اس لئے اس کو ''امامت کبریٰ'' کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت میں اس کو بھی بنیاد بنایا گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ دینی امور میں ہمارے امام رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیاوی امور میں آپ کو بدرجہ اولیٰ ہمارا امام اور خلیفہ ہونا چاہئے۔ اس طرح صحابہ کرامؓ نے گویا امامت کبریٰ (نمازوں کی امامت) کو امامت صغریٰ (حکومتی فرائض کی انجام دہی) کے انتخاب کے لیے بنیاد ومعیار بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین، حکومتی ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ نمازوں کی امامت بھی خود کیا کرتے تھے۔ یہیں سے ہم سمجھ سکتے ہیں جب اسلام میں امامت صغریٰ کے لیے (دنیاوی حکومت واقتدار) عورت کی قیادت وحکمرانی کو ناپسند کیا گیا تو امامت کبریٰ (نمازوں کی ادائیگی میں عورت کی امامت کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے؟

پس اسلام میں عورت کا جو دائرہ کار ہے، اس میں خواتین کی نہ حق تلفی اور نہ ان کی جکڑ بندی ہے بلکہ ان کی نسوانی صلاحیتوں اور خصوصیتوں کی حفاظت ونگہبانی ہے۔ دنیا کا تجربہ، مشاہدہ اور پوری انسانی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب تک عورت اپنے دائرہ اور حد میں رہی زمانہ کی نامور ہستیاں اس کی کوکھ سے پیدا ہوئیں۔ عادل اور بہادر حکمراں اور مختلف علوم وفنون کے ماہرین اس کی گود میں پلے بڑھے، اس لئے کہا گیا کہ ''ہر کامیاب مرد کے پیچھے کامیاب عورت کا ہاتھ ہوتا ہے'' حقیقت بھی یہی ہے کہ کامیاب خاتون وہی ہے جو مرد کے پیچھے ہو نہ یہ کہ اس کے آگے ہو کر امام'' بنے۔ غور کیجئے کہ کسی مشین کا ایک پرزہ بھی اپنی جگہ بدل دے تو پورا مشینی نظام اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مرد اور عورت بھی کائنات کے نظام کے پرزے ہیں اگر یہ اپنی جگہ تبدیل کرلیں تو اس کی وجہ سے گھریلو زندگی میں جو تباہی ہوسکتی ہے، خاندانی نظام میں جو بھونچال آئے گا اور سماج میں جو بگاڑ ہوگا اس کے اثرات ہم اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ان تلخ حقائق کے باوجود آزادی نسواں اور ''مساوات مرد وزن'' کے پرفریب اور کھوکھلے نعروں سے متاثر ہوکر اپنے لئے حق امامت کی وکالت کرنا نری جہالت اور کھلی حماقت ہے۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

☆☆☆

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

محمود احمد

اب ہم آپ کے سامنے ایک ایسے جلیل القدر صحابیؓ کا تعارف پیش کر رہے ہیں جنہیں کئی ایک اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل تھا اور آپ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہیں اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یہ اس طرح کہ ان کی والدہ امیہ بنت عبدالمطلب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رشتہ میں پھوپھی لگتی ہیں اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبتی بھائی ہونے کا بھی شرف حاصل ہے کیوں کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ تھیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی خفیہ انداز میں اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لئے دار ارقم میں تشریف فرما ہوئے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن جحش مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ لہٰذا آپ کو اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذا رسانیوں کی بنا پر اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مہاجرین کی فہرست میں دوسرے نمبر پر تھے اور حضرت ابو سلمہؓ سرفہرست تھے۔ ہجرت کرنا یعنی راہ خدا میں اپنا گھر اور وطن چھوڑنا حضرت عبداللہ بن جحش کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ یہ اور ان کے بعض قریبی رشتہ دار اس سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرچکے تھے۔ لیکن اس دفعہ ہجرت کا پروگرام پہلے کی نسبت وسیع پیمانے پر تھا۔ اس لئے کہ تمام اہل خانہ، عزیز رشتہ دار مرد وزن، بوڑھے جوان اور بچے سب ہی اس ہجرت میں آپ کے ہمراہی تھے۔ کیونکہ یہ پورا گھرانہ ہی مسلمان ہوچکا تھا۔ جب یہ خاندان مکہ معظمہ چھوڑ کر سوئے مدینہ روانہ ہوا تو ان کے گھروں میں ویرانی پھیل گئی ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسا کہ ان گھروں میں کبھی کوئی شخص آباد ہی نہ ہوا ہو اور ایسا ہوکا عالم تھا جیسا کہ ان گھروں میں کسی نے کبھی کوئی رات ہی بسر نہ کی ہو۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ہجرت کیے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سرداران قریش مکہ معظمہ میں چکر لگانے لگے تاکہ یہ معلوم کرسکیں کہ مسلمانوں سے کن لوگوں نے ہجرت کا راستہ اختیار کیا ہے اور کون کون یہاں آباد ہیں۔ یہ معائنہ کرنے والوں میں ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ بھی تھے، عتبہ نے بنو جحش کے گھروں کو دیکھا کہ تیز ہوائیں ان کے گھروں میں گرد وغبار اڑا رہی ہیں اور دروازے کھڑکھڑا رہی ہیں اور یہ گھر ویران پڑے اپنے مکینوں کو ترس رہے ہیں۔

ابو جہل نے کہا: یہ کیسے لوگ ہیں کہ انہیں اپنے گھروں کی بھی کوئی پرواہ نہیں۔

ابو جہل نے تو حضرت عبداللہ بن جحش کے خوبصورت اور عالیشان گھر پر قبضہ جمالیا اور اس میں باقاعدہ رہائش اختیار کرلی۔ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا کہ میرے گھر میں ابو جہل رہائش پذیر ہے تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اے عبداللہ! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں تیرے لئے ایک خوبصورت گھر بنا دے۔ عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ!

آپؐ نے فرمایا: جنت میں تیرا گھر بن چکا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو یکے بعد دیگرے دو ہجرتوں کے بعد ابھی مدینہ میں قرار ملا ہی تھا اور قریش کے ہاتھوں بے پناہ اذیت اٹھانے کے بعد انصار کی معاونت و ہمدردی میں ابھی تھوڑی سی راحت محسوس ہوئی تھی کہ انہیں اچانک اپنی زندگی کے کٹھن امتحان اور تلخ تجربے سے گزرنا پڑا اور اس تلخ داستان کو ذرا غور سے سنیں۔

پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ساٹھ صحابہ کرام پر مشتمل ایک قافلہ کو فوجی مہم پر روانگی کے لئے تیار کیا اس میں حضرت عبد اللہ بن جحشؓ اور سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔

آپ نے مجاہدین کے اس قافلے کو ارشاد فرمایا:

آج میں تمہارا امیر ایک ایسے شخص کو مقرر کرتا ہوں جو تم میں سب سے زیادہ بھوک و پیاس کو برداشت کرنے والا ہے۔ پھر پرچم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔

یہ تاریخ اسلام کی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہیں سب سے پہلے اہل اسلام کے ایک فوجی دستے کا امیر مقرر کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو اس سفر کے لئے ہدایات دیں اور ایک خط دے کر انہیں مہم پر روانہ کردیا اور ارشاد فرمایا کہ وہ دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد اس خط کو کھولیں، جب انہیں سفر میں دو دن گزر گئے تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے خط کھول کر پڑھا۔ اس میں یہ تحریر تھا:

''جب تم میرے اس خط کو پڑھو تو آگے چلتے چلے جانا، جب طائف اور مکہ کے درمیان ایک نخلستان آئے گا وہاں پڑاؤ ڈال دینا اور یہاں بیٹھ کر قریش پر کڑی نگاہ رکھنا اور جو بھی صورت حال ہو ہمیں اس سے آگاہ رکھنا۔ جب حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نخلستان میں پہنچ کر قریش پر کڑی نگاہ رکھوں، اور صورت حال سے آپ کو مسلسل آگاہ کرتا رہوں۔

جو آپ میں سے شہادت کی تمنا رکھتا ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جسے شہادت کا شوق نہیں ہے وہ بڑی خوشی سے واپس جا سکتا ہے مجھے کسی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

اس فوجی دستے کے ہر فرد نے یہی کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم چشم ما روشن دل ماشاد۔

ہم تو آپ کے ساتھ وہیں جائیں گے جہاں پر آپ کو جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

سب مجاہد ایک ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ نخلستان تک پہنچ گئے اور ہر طرف راستوں میں پھیل گئے تاکہ قریش کی حرکات کا پتہ چلا سکیں۔ گشت کے دوران انہوں نے چار افراد پر مشتمل تاجروں کا ایک قافلہ دیکھا جس میں عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ اور مغیرہ شامل تھے اور ان کے پاس قریش کا مال تجارت وافر مقدار میں تھا۔

مجاہد آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کریں یہ حرمت کے مہینوں کا آخری دن ہے اگر ہم انہیں قتل کردیں تو یہ حرمت کا مہینہ ہے اس مہینہ میں کسی کا خون بہانا درست نہیں اور پھر اس سے تمام عربوں میں بے چینی پھیل جائے گی۔ اگر ہم نے انہیں کچھ مہلت دے دی تو یہ شام تک حرم کی حدود میں داخل ہو جائیں گی اور اس طرح یہ ہم سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

کافی غور و فکر کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں قتل کردیا جائے اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اسے قابو کرلیا جائے یہ فیصلہ کرتے ہی اس تجارتی قافلہ پر حملہ کردیا۔

ان میں سے ایک کو قتل کردیا دو کو گرفتار کرلیا اور چوتھا بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھی دونوں قیدیوں اور سامان سے لدے ہوئے اونٹ ہانک کر مدینہ لے آئے، جب یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کی اس کارروائی کو ناپسند کیا اور ان سے کہا:

میں نے تو آپ کو کارروائی کا حکم نہیں دیا تھا میں نے تو تمہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ قریش کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں اور ان کی

خفیہ کارروائیوں سے ہمیں مطلع کرتے رہیں، دونوں قیدیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس ٹھہرائے رکھا تاکہ ان کے متعلق کوئی مناسب فیصلہ کرسکیں اور سامان میں سے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیور دیکھ کر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حواس باختہ ہوگئے اور انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کر کے ہلاک ہوگئے۔

اور مزید تکلیف دہ صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ تمام صحابہ کرامؓ نے ان کا بائیکاٹ کردیا، جو بھی سامنے آتا منہ پھیر کر گزر جاتا، سب کی زبان پر یہی کلمہ تھا۔ یہ وہ اشخاص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانا۔

اس وقت تو ان کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہیں معلوم ہوا کہ قریش اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کے لئے اپنے حق میں استعمال کر رہے ہیں اور تمام قبائل میں یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کے مہینے کو حلال قرار دیا ہے اس میں انہوں نے ناحق خون بہایا، مال چھینا، بے گناہوں کو گرفتار کیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بے پناہ غم و اندوہ میں مبتلا ہوگئے اور انہیں شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ ہم یہ اقدام کر کے بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہیں۔

ایک دن یہ غم و اندوہ اور پریشانی کی تصویر بنے بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص نے انہیں مبارک باد دی اور کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہیں بری کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کارنامے پر راضی ہوگیا اور اس سلسلہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کردیا ہے۔ یہ خبر سن کر وہ خوشی سے اچھل پڑے۔ اور اب یہ حال ہے کہ تمام صحابہ کرام خوشی سے ان کے گلے مل رہے ہیں اور انہیں مبارک باد دے رہے ہیں اور ان آیات کی تلاوت کر رہے ہیں جو ان کے حق میں قرآن مجید میں نازل ہوئیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَّصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔

آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے کہو! اس میں لڑنا بہت برا ہے لیکن راہ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی برا ہے اور فتنہ، خونریزی سے شدید تر ہے۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے، مال تجارت بطور فدیہ قبضہ میں لے کر قیدیوں کو آزاد کردیا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اسے تاریخ اسلام کا سب سے پہلا معرکہ قرار دیا جاسکتا ہے، یہی وہ پہلا معرکہ ہے جس میں مال غنیمت حاصل کیا گیا۔ اسی میں مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا مشرک قتل ہوا اور اس میں سب سے پہلے دو دشمن گرفتار ہوئے۔

اسلامی تاریخ میں یہ پہلا پرچم جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تیار کر کے امیر قافلہ کے ہاتھ میں دیا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ وہ عظیم شخصیت ہیں جنہیں پہلی مرتبہ امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے میدان بدر میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے لیکن غزوہ احد میں آپ نے کمال کردیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک ناقابل فراموش واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد شروع ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا:

کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا نہیں کروگے، میں نے عرض کی کیوں نہیں! ہم ایک گوشہ میں الگ ہوگئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی:

پروردگار عالم! جب میں دشمن کے

سامنے آؤں تو مجھے ایسے شخص سے پنجہ آزمائی کا موقع دینا جو بڑا ہی بہادر اور جنگجو ہو اور انتہائی غصیل ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر مجھے اس پر غلبہ عطا کرنا یہاں تک کہ میں اسے قتل کردوں اور اس کے ساری مال پر قبضہ کرلوں۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے میری دعا پر آمین کہی۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حضور خود یہ دعا مانگنے لگے۔

الٰہی! مجھے ایسے شخص سے مقابلے کی توفیق عطا فرما جو انتہائی غصیل، بہادر تجربہ کار اور جنگجو ہو۔ فقط تیری رضا کے لئے میں اس سے لڑوں پھر وہ مجھے قابو کرنے میں کامیاب ہوجائے اور میری ناک اور کان کاٹ ڈالے جب میں اسی حالت میں قیامت کے دن تیرے حضور پیش ہوں تو آپ کا مجھ سے یہ سوال ہو۔

عبداللہ کس لئے تیری یہ ناک اور کان کاٹے گئے۔

تو میں تیرے حضور عرض کروں: خدایا تیری رضا کی خاطر۔ اور آپ کی طرف سے مجھے یہ جواب ملے تو بالکل سچ کہتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہت بہتر تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کرلیا میں نے سرشام دیکھا کہ انہیں قتل کردیا گیا ہے اور دشمنوں نے ان کی ناک اور کان کاٹ کر ایک درخت کے ساتھ لٹکائے ہوئے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا کو قبول کرلیا، اور انہیں شہادت کا شرف عطا کیا۔ جیسا کہ ان کے ماموں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہادت کا اعزاز بخشا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں اور بھانجے کو ایک ہی قبر میں دفن کیا اور آپؐ کے پاکیزہ آنسوان کی قبر کو سیراب کررہے تھے اور بھینی بھینی خوشبو چہار سو پھیل رہی تھی۔

☆☆☆

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰/روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مفتی محمد علی شیراز

حشر میں خدا کو کیا دو گے جواب؟

وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجوراً۔ (الفرقان ۳۰) ترجمہ اور پیغمبر نے کہا اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو (جو واجب ہے) بالکل چھوڑ رکھا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت پر بالخصوص ان لوگوں کو چاہئے کہ غور کریں جو لوگ قرآن کو حفظ کرکے عملاً اس کو چھوڑ کر زندگی گزار رہے ہیں اور بالعموم ہر وہ مسلمان جو قرآن کو پڑھنے اور اس پر ایمان رکھنے کے باوجود قرآنی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ خداوندی میں شکایت کریں گے۔ جہاں قرآن مجید سے بے اعتنائی کرنے کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یا قیامت کے دن فرمائیں گے وہیں خود قرآن مجید بھی ایسے لوگوں کے حق میں شکایت کرے گا۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو بند کرکے معلق رکھ دیا نہ اس کی تلاوت کی اور نہ اس کے احکام میں غور کیا، قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا آپ کے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

قرآن مجید سے منہ موڑنا، ایک ایسا جرم ہے کہ اس کی ایک سزا تو دنیا میں ہی ملتی ہے اور دوسری سزا آخرت میں ملے گی۔ دنیا میں سزا یہ ہے کہ جو شخص بھی قرآن مجید سے جی چرائے گا اور قرآن مجید سے بے نیاز ہوکر زندگی گذارے گا تو اس کی نقد سزا یہ ہوتی ہے کہ اس پر شیطان کو مسلط کردیا جاتا ہے پھر وہ شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ شیطان قرآن مجید سے منہ موڑنے والوں کو سیدھے راستے سے روکے رہتا ہے اور گمراہ کردیتا ہے، ایسے شخص کا انجام یہ ہوگا کہ وہ گمراہ شخص، شیطان سے حسرت کے ساتھ کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا اس لئے کہ تو برا ساتھی تھا کہ تو نے مجھے قرآن مجید سے دور کرتے ہوئے گمراہ کیا۔ مگر اس کا یہ حسرت بھرا جملہ کچھ کام نہ آئے گا، تم سب عذاب میں شریک ہو پھر جس طرح شیاطین کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا اسی طرح ان مجرموں کو بھی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جنہوں نے دنیا میں قرآن مجید سے منہ موڑا تھا اور اس سے اندھے بن کر زندگی گذاری تھی یہ آخرت کی سزا ہوگی، اسی حقیقت کو سورہ زخرف کی آیت ۳۶ تا ۳۹ میں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ : اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے آنکھیں بند کرلے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہوجاتا ہے اور شیطان ان کو راستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے شیطان سے) کہے گا کاش مجھ میں اور تجھ میں مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا پس تو برا ساتھی ہے، قرآن مجید سے منہ موڑ کر زندگی گذارنے کی دنیا اور آخرت میں ایک اور سزا کو سورہ طٰہٰ آیت میں ۱۲۴ تا ۱۲۷ بیان کیا گیا۔

ترجمہ : اور جو شخص میری نصیحت سے منہ پھیرے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کرکے اٹھائیں گے وہ کہے گا اے میرے پروردگار! تو نے مجھ کو اندھا کرکے کیوں اٹھایا، میں تو (دنیا میں اچھا خاصا) دیکھنے والا تھا، ارشاد ہوگا ایسا ہی (ہونا چاہئے تھا) کیونکہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تھیں تو تو نے ان کو بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تو بھلا دیا گیا ہے۔ اور (دیکھو) اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بدلہ دیتے ہیں جو حد سے نکل جائے اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ

لائے اور (یاد رکھو) آخرت کا عذاب بہت سخت اور بہت دیر تک رہنے والا ہے۔ ومن اعرض عن ذکری یہاں ذکر سے مراد قرآن بھی ہوسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ بھی جیسا کہ دوسری آیت میں ذکرا رسولا آیا ہے دونوں کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کرے یعنی قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اعراض کرے اس کا انجام یہ ہے کہ:

فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ یعنی اس کی معیشت تنگ ہوگی اور قیامت میں اس کو اندھا کرکے اٹھایا جائے گا۔ پہلا عذاب دنیا ہی میں اس کو مل جائے گا۔ اور دوسرا یعنی اندھا ہونے کا عذاب قیامت کے دن ہوگا۔ (معارف القرآن) جو لوگ قیامت کے دن اندھے اٹھیں گے وہ تعجب سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار دنیا میں تو ہم اندھے نہ تھے پھر یہاں کیوں اندھے ہوگئے؟ تو جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ جب ہماری آیتیں اور نشانیاں تمہارے پاس پہنچی تھیں تو تم نے ان سے آنکھیں بند کرلی تھی۔ ان کی طرف توجہ نہیں کی تھی اور ان کو بھولی بسری کردیا تھا تو دنیا میں تم نے جو ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کرلی تھیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج تمہاری آنکھیں بند ہیں۔ یہ تو تمہارے اعمال کا لازمی نتیجہ ہے اس پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ حقیقت میں تمہارا یہ تعجب کرنا ناقابل تعجب ہے! اخیر میں لوگوں کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ دیکھو عقائد اور اعمال میں حد سے گزرنے والوں اور اپنے پروردگار کے پیغام کا انکار کرنے والوں کو اس طرح سزا دی جائے گی، اس لئے بھی سے آگاہ ہو جاؤ کیوں کہ آخرت کا عذاب بڑا ہی سخت اور بہت دیر تک باقی رہنے والا ہے۔ اس کی انتہا نہیں۔

سورہ زخرف کی آیت ۴۳ میں جہاں یہ بات بتائی گئی ہے کہ قرآن مجید، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ کی امت کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے۔ وہیں ایک جملہ کا اضافہ کردیا گیا جس پر ایک مومن و مسلمان کی نگاہ جم جائے تو ذمہ داری کے احساس سے نگاہ وہاں سے ہٹ نہ سکے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وسوف تسئلون** عنقریب تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس جملہ کے ذریعہ ذمہ داری کا احساس دلایا گیا کہ اس کے بارے میں عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے اس قرآن پر کتنا عمل کیا؟ اس کو کتنا پھیلایا! اس کا کس قدر حق ادا کیا؟ اس کی کس قدر عظمت کی؟ ہر مومن و مسلمان کی نگاہ جب **وسوف تسئلون** عنقریب تم سے پوچھا جائے گا والے مختصر مگر اس بھاری بھرکم جملے پر پڑ جائے تو اسے زندگی کے ماضی اور حال میں گم ہو جانا چاہئے اور اسے اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ اس نے قرآن مجید سے کس طرح تعلق رکھا؟ اس کا کتنا حق ادا کیا؟ اور کتنا حق پامال کیا؟ بقول شاعر:

اٹھا کر طاق میں جو رکھ دو گے کتاب
حشر میں خدا کو کیا دو گے جواب

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو قرآن مجید سے غفلت برتنے سے بچائے اور اس کے جتنے حقوق ہم پر ہیں ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق بخشے (آمین) ☆☆☆

جوشِ انتقام : قدمائے عرب کسی سے انتقام لینے میں ناکام رہنا بہت بڑی بدنصیبی سمجھتے تھے۔ امرء القیس عربی زبان کا اعلیٰ مرتبے کا شاعر تھا۔ قبیلہ بنی اسد نے اس کے باپ کو قتل کردیا۔ اس نے بنی اسد سے انتقام لینے کی ٹھانی اور شگون کیلئے ایک بت کی جھولی میں تین تیر ڈالے۔ تینوں تیروں پر الگ الگ لفظ کھدے ہوئے تھے۔ "اقدام"...... "تاخیر"...... "ترک"۔ امرء القیس نے آنکھیں بند کرکے بت کی جھولی سے پہلا تیر نکالا۔ اس پر "ترک" کا لفظ کندہ تھا۔ امرء القیس نے وہ تیر بت کی جھولی میں پھینک کر دوبارہ آنکھیں بند کیں اور دوسرا تیر نکالا۔ اتفاق سے وہی تیر پھر نکل آیا۔ اس پر "ترک" لکھا ہوا تھا۔ امرء القیس نے بے چینی سے یہی عمل تیسری بار کیا۔ تیسری بار بھی "ترک" ہی نکلا۔ امرء القیس جھنجلا گیا۔ اس نے تیر ٹکڑے ٹکڑے کرکے بت کے منہ پر دے مارا۔ "بدبخت! اگر میرے باپ کے بجائے تیرا باپ قتل ہوا ہوتا تو تو مجھے انتقام لینے سے ہرگز منع نہ کرتا۔" (ماخوذ از: اسلام اسپین میں)

اسلامی اخوت وقت کی اہم ضرورت

محمد نصیر الدین

کسی بھی سماج، معاشرہ اور ملک میں بھائی چارہ اور محبت و مؤدت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ جس معاشرہ اور سماج میں لوگ بھائی چارگی کے ساتھ اور باہمی محبت ومؤدت کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں وہاں امن وچین، سکون، خوشی ومسرت اور تعمیر وترقی یقینی ہے اور جہاں یہ نہیں ہوتا وہاں بدامنی، افتراق وانتشار، تشدد، قتل وغارت گری اور نت نئے جرائم کا دور دورہ ہے۔ جس کا اہم سبب انسانوں کے تعلقات میں بھائی چارگی اور محبت وخلوص کی کمی ہے۔ چنانچہ انسانوں کے درمیان جب غلط فہمیاں، بدگمانیاں، حسد، جلن، تکبر، اور تفاخر پیدا ہو جائے تو پھر بھائی چارہ اور محبت وخلوص ختم ہو جاتا ہے۔ حکمراں اور مصلحین انسانوں کے درمیان بھائی چارہ کے لیے مختلف راہیں تلاش کرتے ہیں مختلف مشورے دیتے ہیں، حتیٰ کہ بعض مرتبہ قوانین بھی بناتے ہیں، لیکن انسانوں کے درمیان بہتر تعلقات کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہوسکی۔ اس لیے کہ فطرتاً ہر انسان میں نفسانیت، خود پسندی اور خودنمائی پائی جاتی ہے۔ جب ان جذبات پر کنٹرول نہیں ہوتا تو اس کے خراب نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

شریعت اسلامی نے ان تمام راہوں پر بندھ باندھا ہے، جس کی وجہ سے انسانی معاشرہ خودغرضی، مفاد پرستی اور تنگ نظری میں مبتلا ہوکر بھائی چارگی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسلام نے رنگ ونسل، زبان یا علاقہ یا قوم کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان پائے جانے والے تفاخر کو سب سے پہلے ختم کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلائے اور اللہ ہی سے ڈرو، جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں کے معاملہ سے ڈرو یقیناً اللہ تم پر نگراں ہے (نساء-۱)

ایک اور مقام پر اللہ کا ارشاد ہے: لوگو! تم کو ہم نے ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ (الحجرات:۱۳)

اتنا ہی نہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باہمی قربت ومحبت میں اہل ایمان کی مثال ایک جسم کے مانند ہے، جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک اور موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی حیثیت رکھتا ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔ (بخاری)

قرآن وحدیث کی ان واضح ہدایات کے بعد مسلم معاشرہ کی موجودہ صورت حال پر نظر ڈالیں تو افسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات کو عملاً پس پشت ڈال دیا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو نیچا و کمتر دکھانے اور خود کو اعلیٰ اور افضل ثابت کرنے میں تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں لگا رہے ہیں۔ دنیا اور متاع دنیا نے ان کے قلب ونظر پر اس حد تک قبضہ کرلیا ہے کہ آخرت کی جوابدہی اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کو وہ فراموش

کر بیٹھے ہیں۔ اپنے، خاندان کے اور جماعتی مفادات اتنے عزیز ہو گئے ہیں کہ اس سے بالاتر ہو کر سوچنا یا غور کرنا بھی انہیں گوارا نہیں۔ ان سے اختلاف کرنے والوں کو وہ کسی بھی صورت میں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سارا مسلم معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، ہر طرف فرقہ اور گروپ بندی کا دور دورہ ہے، ہر طرف منفی جذبا کا سیل رواں موجزن ہے اور اتحاد و اتفاق کا دور دور تک پتہ نہیں ملتا۔ فقہی اور مسلکی اختلافا کو لوگ تھامے ہوئے ہیں، کہیں جزوی اور فروعی اختلافات کو متاع زندگی سمجھ بیٹھے ہیں، کہیں سماجی اور سیاسی امور ومعاملات کے اختلافات نے عداوت و دشمنی پیدا کر دی ہے۔ مولانا مودودی نے اس صورت حال پر یوں تبصرہ کیا تھا:

''ہمارے یہاں اختلافات کی فصل بہار آئی ہوئی ہے، فکر و نظر کے اختلافات، گروہوں اور ٹولیوں کے اختلافات صوبوں اور علاقوں کے اختلافات نت نئی شان سے ابھرتے ہیں۔ اور ابھرتے چلے آرہے ہیں جو کچھ بنانا چاہتا ہے، دوسرا اس میں مزاحم ہو جاتا ہے۔ دوسرا جو کچھ بنانا چاہتا ہے کوئی تیسرا اس کو بگاڑنے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی کچھ نہیں بنا سکتا۔ اس صورت حال نے ہر پہلو سے تعمیر روک دی ہے اور تخریب آپ سے آپ اپنا کام کر رہی ہے، خواہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا دل سے خواہاں نہ ہو۔ اگر ہم اپنے دشمن آپ نہیں ہو گئے ہیں تو ہمیں اختلافات اور مخالفت اور مزاحمت کے اس اندھے جنون سے افاقہ پانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے آپسی روابط اور تعلقات کے متعلق زریں ہدایات دی ہیں:

☆ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، باہم حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی مت کرو۔ اے خدا کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ (بخاری و مسلم)

☆تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

☆کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے رکھے (بات چیت بند رکھے)۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

☆مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی حق تلفی کرے۔ جس نے اپنے بھائی کی ضرورت پوری کی، اللہ اس کے کام آئے گا اور جس نے کسی مسلمان بھائی کی ایک پریشانی دور کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک پریشانی دور کرے گا، اور جس نے کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کی، قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (مسلم)

☆کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوف زدہ کرے۔''

(ابوداؤد)

جس نے کسی مسلمان کی طرف ناحق نگاہ اٹھائی جس سے وہ خوف محسوس کرنے لگے، تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خوف زدہ کرے گا۔ (طبرانی)

درج بالا احادیث کے مطالعہ کے بعد مسلمانوں کے طرز عمل کو دیکھیں، تو حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان واضح ہدایات کے باوجود فرقہ بندی اور ذاتوں میں خود کو بانٹ لیا ہے اور اپنے علم و فضل پر غرور و تکبر کو اپنا وطیرہ بنالیا ہے۔ ایسے افراد کو جلد از جلد اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہئے اور تمام مسلمان بھائیوں سے اسلامی اخوت کے تحت روابط اور ہمدردانہ تعلقات پیدا کرنا چاہئے۔ مذہبی اور مسلکی اختلافات کے خاتمہ کے لیے ضروی ہے کہ

(۱) تمام مساجد کو اللہ کی نسبت حاصل ہو، کسی بھی فرقہ یا مسلک کی مسجد سے یاد نہ کیا جائے۔

(۲) تمام مسلمانوں کو ہر مسجد میں نماز پڑھنے کی آزادیاں اور اجازت حاصل ہو۔

(۳) مسلمانوں کے تمام اسلاف تمام کے لیے قابل احترام ہوں، کوئی بھی مسلمان کسی بھی سلف کے امام یا بزرگ پر

نکتہ چینی یا تنقید نہ کرے۔

(۴) جزوی اور فروعی معاملات میں کوئی مسلمان دوسرے پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش نہ کرے۔

(۵) ہر شخص مثبت انداز میں کام انجام دے، منفی امور و معاملات سے دور رہے، اور تمام امور خیر کی تحسین کرے۔

(۶) ہر شخص کے پیش نظر دنیاوی غرض وغایت نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا اور خوشنودی پیش نظر ہو۔

تعلقات میں انتشار، افتراق اور باہمی عداوت، دشمنی، تعصب کیوں در آتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی واضح طور پر بتلا دیا ہے، فرمایا: بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور تجسس نہ کرو بہت زیادہ ٹوہ میں نہ پڑو، مقابلہ آرائی نہ کرو ایک دوسرے سے نفرت نہ کرو، باہم عداوت نہ کرو اور بن جاؤ اللہ کے بندے بھائی بھائی! جس طرح اس نے تمہیں حکم دیا ہے۔ ایک مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہ کرے اسے یکہ و تنہا نہ چھوڑے، اسے حقیر نہ سمجھے۔ ایک آدمی کے برا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا مال اس کا خون اور اس کی آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھے گا بلکہ تمہارے اعمال کو دیکھے گا سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے تقویٰ یہاں ہوتا ہے آگاہ رہو! تم میں سے کوئی بیع پر بیع نہ کرے کہ اس کا نقصان ہو جائے، اور ہو جاؤ اللہ کے بندے بھائی بھائی! اور کسی مسلمان کے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے، (مسلم) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واضح فرامین کے باوجود اگر کوئی شخص اختلاف اور انتشار کو ہوا دیتا ہے، تو گویا وہ اسلامی اخوت کی عمارت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔

نیز اس کا اس جسم سے تعلق اور واسطہ نہیں جس کی مثال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ دینی اجتماعات اور جلسوں کی غرض عوام الناس کو دینی معلومات سے واقف کروانا، اصلاح معاشرہ کی کوشش کرنا ہے، لیکن کوئی شخص یا گروہ دیگر افراد کی تحقیر، طعن و تشنیع اور الزام تراشی کرتا ہے، تو گویا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی بغاوت کا اعلان کر رہا ہے۔ ایسے افراد کو اپنی عاقبت کے تئیں فکر مند ہونا چاہئے۔ اس طرح عوام الناس کو بھی اس طرح کے جلسوں اور اجتماعات میں شرکت سے گریز کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ میں حقیقی اخوت پیدا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

بقیہ......آج کا ہمارا اسلامی معاشرہ......

کہ آپ اپنی اور اپنے گھر والوں اور اپنے معاشرے کی اصلاح میں جٹ جائیں کیونکہ یہ فتنہ اور فساد کا دور بہت ہی خطرناک دور ہے کہ ہر ہر قدم پر مصیبتیں اور پریشانیاں رونما ہوتی جارہی ہیں۔ جن کو ہم محسوس بھی کرتے ہیں کیونکہ یہ دین الٰہی آپ کا پرانا دین ہے آپ کو اس کو فروغ دینا چاہئے اس کیلئے تمام قسم کے ذرائع مہیا کرنے چاہئے۔

یعنی نماز کی ادائیگی اس کے وقتوں پر کریں، روزہ کی ادائیگی کیجئے، اور زکوٰۃ کو ادا کیجئے، استطاعت کے مقدر حج کی ادائیگی کا انتظام کیجئے قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کیجئے تلاوت ہی نہیں کرنا بلکہ صاف صاف اور صحیح پڑھنے کی کوشش کیجئے اور ہمیں معاشرے میں رہنے کا سلیقہ آنا چاہئے کہ معاشرے میں بڑے اور چھوٹوں کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا جائے، اخلاق، آداب کا خیال رکھنا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو فروغ دینا اسے بڑھاوا دینا ہے انہیں مٹنے سے بچانا ہے نیک اعمال کر کے بداعمال سے بچ کر کے جنت میں اپنا اعلیٰ و ارفع مقام حاصل کرنا ہے اور اپنی آخرت سنوارنی ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کہنے سننے سے زیادہ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

●●●

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ کے سوا کسی اور سے جزا نہیں لوں گا

قاضی ابوبکر انصاری بزاز بڑے اہل علم میں گزرے ہیں، ان کی ایک ''آپ بیتی'' دلچسپ بھی ہے اور عبرت خیز بھی'' وہ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، غربت اور افلاس کی وجہ سے فاقہ کی سنت تازہ کرنے کی بار بار نوبت آتی تھی ایک دن اسی کیفیت میں تھے، بھوک کی شدت تھی اور کھانے کی کوئی چیز گھر میں موجود نہیں تھی، اسی اضطراب میں باہر نکلے، شاید کھانے کا کوئی انتظام ہو سکے، مگر کوئی چیز میسر نہیں آئی، البتہ ایک ریشمی تھیلی گری ہوئی ملی، جو ریشم ہی کی ڈوری سے بندھی ہوئی تھی، وہ اسے لے کر گھر آ گئے کھول کر دیکھا تو ہیرے کا نہایت خوبصورت ہار اس میں موجود ہے، ہار ایسا خوبصورت اور دیدہ زیب کہ آنکھوں نے اب تک ایسا ہار دیکھا نہیں تھا، انہوں نے پھر اسے اسی طرح باندھ کر رکھ دیا اور کھانے کی کسی چیز کی تلاش میں دوبارہ باہر نکل آئے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بوڑھا اعلان کر رہا ہے، جس نے کوئی تھیلی پائی ہو، جس کی کیفیت یہ اور یہ ہے اور لا کر دیدے تو اسے پانچ سو دینار سونا دیا جائے گا، پانچ سو دینار چھ سو گرام سے اوپر یعنی آدھا کلو سے بھی زیادہ سونا یہ دراصل اسی تھیلی کا اعلان تھا، دل میں خیال آیا کہ میں ضرورت مند بھوکا ہوں، تھیلی لوٹا کر دینار حاصل کر سکتا ہوں، قاضی ابو بکر انصاری نے اعلان کرنے والے شخص کو اپنے گھر بلایا، ان سے تھیلی اور ہیرے کی علامتیں اور تعداد دریافت کرنے لگے، پھر تھیلی نکالی اور ان کے حوالے کی اس شخص نے بڑے جذبۂ شکر کے ساتھ وصول کیا اور پانچ سو دینار ان کی طرف بڑھائے، انہوں نے لینے سے انکار کر دیا، اعلان کرنے والے شخص نے بڑی خوشامدیں کیں، خوب اصرار کیا اور یہ واقعی بے حد محتاج و ضرورت مند بھی تھے، مگر قبول نہیں کیا اور فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اللہ کے سوا کسی اور سے اس کی جزا نہیں لے سکتا۔

پھر ایسا ہوا کہ ایک بار ان کا سمندری سفر ہوا، کشتی سمندر کی متلاطم موجوں کے نرغہ میں آ گئی، کشتی ٹوٹ گئی، مال و اسباب ہی نہیں کشتی میں سوار لوگ بھی ڈوب گئے، خدا کی قدرت کہ یہ ایک شکستہ تختہ پکڑے رہے سمندر کی لہریں کبھی ان کو دائیں لے جاتیں اور کبھی بائیں، سمندری گہرائی اتھاہ، وسعتیں بے پناہ اور منزل نامعلوم، آخر ان بے رحم موجوں نے رحم کھایا اور ایک چھوٹے سے جزیرے پر انہیں پھینک دیا، اس جزیرے میں تھوڑی سی آبادی تھی، لوگ ان پڑھ، لکھنے پڑھنے سے نابلد، البتہ ایک مسجد موجود تھی، یہ مسجد میں جا بیٹھے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے، جزیرہ کے لوگ جمع ہو گئے اور تقاضہ کرنے لگے کہ وہ انہیں قرآن مجید پڑھا دیں شیخ انہیں قرآن پڑھانے لگے، لوگوں کے دل میں ان کی عزت بڑھ گئی اور خدمت بھی ہونے لگی، مسجد میں قرآن مجید کا ایک بوسیدہ نسخہ بھی موجود تھا، یہ اس کے اوراق کو مرتب کر کے درست کرنے لگے، اب لوگوں کو اندازہ ہوا کہ انہیں لکھنا بھی آتا ہے، لوگوں نے دریافت کیا: کیا آپ لکھنے سے بھی واقف ہیں؟ شیخ نے جواب دیا: ہاں جزیرہ کے باشندوں کا تقاضہ ہوا کہ پھر تو ہمیں لکھنا بھی سکھا دیں، شیخ نے اس پر بھی آمادگی ظاہر کی، پھر تو بچوں اور نوجوانوں کی بھیڑ لگ گئی۔

گویا اب شیخ پورے جزیرے کے استاد مربی اور مقتدیٰ تھے انہیں عزت بھی حاصل تھی، خدمت بھی کی جاتی تھی اور ضروریات بھی پوری ہوتی تھیں، لوگوں کو خیال ہوا کہ شیخ یہیں قیام کر لیں، تاکہ ہم ان سے محروم نہ ہونے پائیں، اس کی بہتر صورت یہ تھی کہ اسی دیار میں ان کی شادی ہو جائے، چنانچہ ایک یتیم لڑکی سے رشتہ کی پیشکش کی گئی، جس کے پاس کچھ مال و اسباب بھی تھے، شیخ نے ابتداء بہت معذرت کی مگر لوگوں کا اس قدر اصرار بڑھا کہ آخر قبول کر لیا۔ نکاح ہو گیا لڑکی کے لوگ لڑکی کو لے کر آئے شیخ ان سب کے ساتھ بیٹھے، اب جو شیخ نے لڑکی پر نظر ڈالی تو اس لڑکی کے گلے میں وہی ہار تھا، جو مکہ میں انہیں ملا تھا اور انہوں نے اسے واپس کر دیا تھا، وہ حیرت زدہ رہ گئے اور ان کی نظر اس ہار پر رہ گئی، آنے والوں کو ان کا یہ انداز اچھا نہیں لگا کہ گویا ''ہار والی کے بجائے ہار ہی پر ان کی نظر ہے، لوگ کہنے لگے: شیخ آپ نے اس یتیم لڑکی کا دل توڑ دیا، آپ نے اس کی طرف تو دیکھا ہی نہیں، آپ کی نظر صرف ہار پر اٹکی ہوئی ہے؟

شیخ نے فرمایا: اصل میں اس ہار سے ایک واقعہ متعلق ہے: اس لئے میں متعجب ہوں، پھر ہار کی پوری کہانی بیان کی، یہ سنتے ہی لوگ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کے نعرے لگانے لگے اور پورا جزیرہ اس سے گونج اٹھا۔

شیخ نے اس طرح چیخنے اور آواز لگانے کی وجہ پوچھی، بلکہ اس پر حیرت اور ناراضگی کا اظہار بھی کیا لوگوں نے بتایا: جس شخص کا ہار گم ہو گیا تھا اور جس کو آپ نے ہار واپس کیا تھا وہی اس یتیم لڑکی کے والد تھے جن کا انتقال ہو چکا وہ جب واپس آئے تو اس واقعہ کو بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مکہ میں جس شخص نے مجھے ہار لوٹایا، میں نے روئے زمین پر اس سے بہتر مسلمان نہیں دیکھا، خداوند! تو میری اس شخص سے ملاقات کرا دے، تاکہ میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں، چنانچہ اس شخص کا تو انتقال ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی۔ یہ یتیم لڑکی شیخ کی بہترین بیوی ثابت ہوئی، دو لڑکے بھی ہوئے اتفاق کہ پہلے بیوی کا انتقال ہوا اور ہار شیخ اور ان کے دونوں لڑکوں کے حصہ میں آیا، پھر ان دونوں لڑکوں کی بھی یکے بعد دیگرے وفات ہو گئی اور اب پورا ہار شیخ کی ملکیت میں آ گیا، انہوں نے اس کو ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا اور عرصہ تک اسی قیمت سے اپنی ضروریات پوری کرتے رہے، جب وہ اپنی یہ آپ بیتی سنا رہے تھے اس وقت بھی ان کے پاس اس میں سے اچھی خاصی رقم بچی ہوئی تھی۔ (محمد عمر یا عثمان: احسن القصص والاخبار: ص:۳۹-۴۰)

نیکی کی جزا اور برائی کی سزا کی اصل جگہ تو آخرت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نظام غیبی پر یقین بڑھانے کے لئے اس دنیا میں بھی ایسے حالات پیدا فرما دیتے ہیں جو انسان کے لئے نشان عبرت اور مشعل راہ بن سکے، شیخ کے اس واقعہ میں سبق ہے حلال پر قناعت اور حرام و مشتبہ سے بچنے کا، بندوں کے بجائے خدا سے پانے کا یقین، دنیا کی متاع حقیر پر ریجھنے کے بجائے آخرت کے شوق کا اور نفس کی خواہش اور شیطان کے دام فریب کے مقابلہ رضائے خداوندی کی طلب کا۔ مغرب کے سرمایا دارانہ نظام کا خلاصہ خدا کے بجائے مادہ کی پرستش ہے، مادہ پرستی میں انسان بہ ظاہر آزاد نظر آتا ہے: مگر حقیقت میں وہ غلام ہوتا ہے، نفس کا غلام خواہشات و لذات کا غلام اور بے وفاء بے ثبات اسباب عشرت کا غلام یہ غلامی اسے خود فراموش بھی بنا دیتی ہے اور خدا فراموش بھی، وہ بھول جاتا ہے کہ خدا نے اسے ایک انسان کی صورت میں پیدا کیا ہے، اسے سلیم فطرت اور دردمند دل سے نوازہ گیا ہے، اس کو حیاء و اخلاق کا جوہر عطاء کیا گیا ہے، یہ خود فراموشی اسے خود غرض بنا دیتی ہے، خواہشات پرستی کے نشہ نے اسے اپنے آپ سے ایسا بے خبر کر دیا ہے کہ وہ اپنی حرص و ہوس اور خود غرضی کی بنیاد پر سماج کی آنکھ کا نور بننے کے بجائے کانٹے کی طرح چبھنے لگتا ہے اور سماج میں قتل و غارت گری کے واقعات پیش آتے ہیں، لذت پرستی اسے ایسے گناہوں کے دلدل میں پھنسا دیتی ہے کہ خود اس کا وجود ان گناہوں کی سزا پا کر سراپا عبرت ہو جاتا ہے، جس کی مثال اس وقت ایڈس جیسی بیماری ہے۔

خدا فراموشی اسے بد اخلاقی، خیانت اور بددیانتی پر دلیر بنا دیتی ہے، اس میں جواب دہی کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور جو شخص اس نوبت پر آ جائے وہ سماج کے لئے ناسور بن جاتا ہے، وہ سماج کیسا گہوارۂ امن ہوگا جس میں ہر شخص اپنے جیسے انسانوں کے بجائے خدا سے پانے کا یقین رکھتا ہو، جس میں ایک فاقہ مست انسان بھی ہیرے کے قیمتی ہار پر نگاہ حرص ڈالنے کو تیار نہ ہو، جس کو نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ زبان نے ٹوکا ہو، نہ دشمنوں نے اس کے خلاف رپوٹ لکھوائی ہو، مگر اس کا ضمیر اس کے کردار و عمل کا محافظ ہو! ☆☆☆

جمیل احمد خان

امید ہر حال میں قائم رکھی جائے

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں معاشرے کو ایک ایسی کشتی سے تشبیہ دی ہے، جس میں مختلف طرز فکر کے حامل نیک و بد افراد سوار ہیں، بالفرض ان میں سے کچھ شر پسند کشتی میں سوراخ کرنے لگیں اور باقی نیک و امن پسند افراد انہیں اس حرکت سے نہ روکیں تو نتیجے میں سب ہی لوگ ڈوب جائیں گے لیکن اگر چند عاقبت نا اندیش لوگوں کو اس ہلاکت خیز اقدام سے باز رکھا گیا تو کشتی ڈوبنے سے محفوظ رہے گی۔ یوں نیک و بد ہر قسم کے لوگ جو اس کشتی پر سوار ہیں ڈوبنے سے محفوظ رہیں گے......

انسانی معاشرہ جب چند بد کردار لوگوں کی منفی طرز فکر کی وجہ سے پستی پسماندگی اور انتشار میں مبتلا ہو جائے تو ایسے میں معاشرے کے دردمند، نیک دل اور دانشمند افراد کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ لوگوں میں شعور و آگہی پیدا کریں، ان کی اس کوشش کی وجہ سے لوگ غلط کو غلط اور برائی کو برائی سمجھنے لگیں تو معاشرے کی کشتی کو ڈوبنے سے بچانا ممکن ہو سکے گا......

کسی معاشرے میں نیک، سمجھدار اور دانشور طبقے کے لوگ اگر اپنا یہ فرض ادا نہیں کر رہے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ مایوسی کی آخری حد کے قریب پہنچ چکے ہیں اور ان کے اندر امید کی آخری کرن بھی شاید ماند پڑ چکی ہے۔ اسی لیے وہ اپنی کوششوں کو ترک کر چکے ہیں۔

زندگی کے تجربات تو یہ بتاتے ہیں کہ ایسے حالات میں جب مثبت تبدیلی کے تمام راستے بند ہو چکے ہوں تب بھی کوشش جاری رکھنی چاہئے...... اس لئے کہ کوئی فرد یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ امکانات کے تمام راستوں یا ذریعوں سے کام لے چکا ہے، ہو سکتا ہے کہ امکان اور امید کا ایک ایسا راستہ بھی موجود ہو، جس پر اس کی توجہ ہی نہ گئی ہو......

چین کے معروف قومی رہنما ماؤزے تنگ نے اپنی قوم کو عزم و عمل کا پیغام دیتے ہوئے ایک دلچسپ حکایت بیان کی تھی......

انہوں نے بتایا تھا کہ زمانہ قدیم کے دوران چین کے شمالی علاقے میں ایک بوڑھا شخص اپنے گھرانے کے ساتھ مقیم تھا...... اس کے مکان کے سامنے دو بلند و بالا پہاڑ ایستادہ تھے...... جن کی وجہ سے سورج کی کرنیں اس کے گھر میں داخل نہیں ہو پاتی تھیں......

ایک دن بوڑھے آدمی نے اپنے جوان بیٹوں کو بلا کر کہا: آؤ! ہم ان پہاڑوں کو کھود کر یہاں سے ہٹا دیں تاکہ سورج کی کرنیں ہمارے گھر میں بلا روک ٹوک داخل ہو سکیں۔

بوڑھے آدمی کے پڑوسی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے خوب مضحکہ اڑایا...... اس نے کہا...... میں یہ جانتا تھا کہ تم بے وقوف آدمی ہو...... لیکن مجھے یہ گمان ہرگز نہ تھا کہ تم اس قدر بے عقل ہو گے...... آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ تم ان بلند و بالا پہاڑوں کو کھود کھود کر یہاں سے ہٹا دو گے...... بوڑھے آدمی نے اپنے پڑوسی کے تمسخر کا برا نہیں مانا اور نہایت سنجیدگی سے اس کی بات کے جواب میں کہا...... تمہارا کہنا درست ہے!...... لیکن اگر میں مر گیا تو اس کے بعد میرے بیٹے کھدائی جاری رکھیں گے...... ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے، اور پھر ان کے مرنے کے بعد ان کی اولادیں...... اس طرح کھدائی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا...... تم جانتے ہو کہ پہاڑ کی جسامت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی نہیں جائے گی ...... بلکہ یہ نسل در نسل جاری رہنے والی کھدائی ان کو مسلسل کم کرتی رہے گی...... اس طرح کبھی نہ کبھی یہ پریشانی بھی دور ہو جائے گی۔

ماؤزے تنگ کی قوم نے اس حکایت میں پوشیدہ عزم و عمل کے پیغام کو سمجھ لیا بلکہ حرز جاں بنا لیا...... پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی عشروں میں چین کو اقوام عالم کی صف اول میں مقام حاصل ہو گیا...... ترقی پذیر ممالک کا تذکرہ ہی کیا کیا جائے۔ ترقی یافتہ بلکہ سپر پاور امریکہ کی مارکیٹیں بھی آج چین میں تیار ہونے والی مصنوعات سے اٹی پڑی ہیں۔ گذشتہ دنوں چین میں منعقد ہونے والے اولمپک گیمز میں سب سے زیادہ گولڈ میڈل بھی چینی کھلاڑیوں نے ہی حاصل کیے۔

ہندوستان کو آزاد ہوئے ساٹھ سال گزر گئے لیکن آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے کا نصف سے زیادہ حصہ غربت کی نچلی سطح سے بھی پستی میں زندگی گزار رہا ہے۔ ساٹھ فیصد لوگ ایک کمرے کے مکان میں رہتے ہیں...... بیروزگاری، مہنگائی اور غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہت سے شریف لوگوں کے بچے بھی چوری اور ڈکیتی کو اپنا پیشہ بنا چکے ہیں...... ہمارے ملک میں آج بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو صبح کا ناشتہ سوکھی باسی روٹی اور سادہ پانی سے کرتے ہیں...... ہمارے ہاں بہت سے لوگ پیٹ بھرنے، قرض اتارنے اور لڑکیوں کی شادیاں کرنے کے لیے اپنے گردے فروخت کر رہے ہیں...... غربت کے باعث ہزاروں عورتیں زچگی کے مرحلے میں ہلاک ہو جاتی ہیں......

کوڑے کچرے کے ڈھیروں پر بیٹھے بہت سے انسان اپنا پیٹ بھرتے نظر آتے ہیں۔

غربت کی بڑھتی ہوئی شرح اور شدید طبقاتی اختلافات کی بناء پر ہمارا معاشرہ بہت سے تضادات کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ جیسے جیسے وقت آگے بڑھ رہا ہے، ہماری ضروریات زندگی میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، مادی وسائل کی ہوس میں اکثر لوگ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جب کسی فرد کی خدمت کا جائز صلہ نہیں دیا جاتا تو وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے رشوت، بدعنوانی، غبن اور دیگر کئی حربوں کے ذریعے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

صرف مہنگائی ہی غریبوں کے منہ سے نوالہ چھیننے کی ایک اہم وجہ نہیں بلکہ قانون کی پکڑ کے خوف کا خاتمہ بھی ایک بنیادی وجہ ہے کہ جس کو جہاں سے موقع مل رہا ہے مال بٹور رہا ہے۔

کسی بھی انسان کو جلا دینا کس قدر وحشتناک عمل ہے۔ یہ سوچ کر ہر حساس انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ وحشتناک اور حیوانی عمل کسی انسان کو زندہ جلانے کے بعد اسے جلتے ہوئے دیکھنا اور مسرت کا اظہار کرنا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ بھوک، بے بسی، عدم تحفظ اور ناانصافی نے ہندوستانی معاشرے کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے......

انتشار و ابتری ناقابل برداشت ہو چکی ہے، شریف النفس افراد کا جینا ہی دوبھر ہوتا جا رہا ہے۔ ہاں بے حسی کی چادر اوڑھ کر سونے والوں کو اس سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی، ان کی پریشانی اس وقت شروع ہوتی، جب کوئی انہیں جگانے کی کوشش کرے...... چنانچہ جگانے والوں کو بھی اکثر نان ایشوز کے لالی پاپ دے کر ان کا منہ بند کر دیا جاتا ہے۔

مصیبتیں، پریشانیاں اور محرومیاں انفرادی ہوں یا اجتماعی پہاڑ ہی کے مانند ہوتی ہیں، جنہیں محض پر جوش الفاظ یا انقلابی تقریروں سے ڈھا دینا ممکن نہیں ہوتا...... اس کے لیے مسلسل جدوجہد درکار ہوتی ہے...... اور ایسا یقین کامل بھی جو چند بے عمل افراد کے تمسخر اور مضحکہ اڑائے جانے سے متزلزل نہ ہو سکے، مشکلات اور رکاوٹوں سے گھبرا کر ہمت نہ چھوڑ دے...... اس لیے کہ معمولی رکاوٹوں سے مایوس ہو جانے والے افراد اس کام کے اہل نہیں ہوتے......

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب قبائل اور اجڈ معاشرے میں جو تہذیبی انقلاب برپا کیا۔ اس سے ساری دنیا کے انسان بالعموم اور ہم بحیثیت مسلمان بالخصوص رہنمائی لیتے ہوئے اپنے معاشرے کی ابتری، پسماندگی، ناانصافی اور جہالت کو دور کر سکتے ہیں...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے اثر سے نہ تو غریبوں کو دولت مند افراد سے حسد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی مراعات یافتہ طبقے سے نفرت بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات معاشی اصلاح کے ذریعے دولت کو محدود ہو جانے سے روکتی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ فرد کے اخلاقی احساس کو اتنا بیدار اور قوی کر دیتی ہیں

کہ معاشرے کا ہر فرد اخوت و ہمدردی کے جذبے سے سرشار ہو جائے اور دوسروں کے مصائب و تکالیف میں ان کی مالی اعانت کرنا اپنا بنیادی فرض خیال کرے۔

یوں ایک ایسی سوسائٹی کا قیام عمل میں آتا ہے جہاں دولت اور وسائل سوسائٹی کے تمام طبقات میں یکساں اور مساویانہ طور پر گردش کرتے ہیں۔ یہی وہ لائحہ عمل ہے جس کو اپنا کر معاشرتی سفینے کو بچایا جا سکتا ہے۔

دوسری صورت میں جبکہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جائے اور مادی وسائل سے صرف مخصوص طبقہ ہی فائدہ اٹھا رہا ہے تو اس بات کا شدید امکان ہے کہ افراد معاشرہ میں مایوسی اور اخلاقی پسماندگی کے ضرر رساں رجحانات پروان چڑھنے لگیں گے اور وہ وسائل کے حصول کے لیے ایسی راہیں تلاش کریں گے جن سے معاشرے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرتی زندگی کو ایک کشتی گی مانند ہے، ہمارے خیال میں انسانی معاشرے کی اس سے بہتر تمثیل ممکن نہیں...... سمندر کی تند و تیز موجیں کشتی کو ڈبونے کے لیے ہمہ وقت کمربستہ رہتی ہیں اور کشتی ہر لمحہ ایک نئے خطرے سے دوچار رہتی ہے، اسی لیے کشتی کے ذمہ دار افراد اپنی پرسکون نیند ترک کر کے چوکنا اور ہوشیار رہتے ہیں۔ ان کے فرائض میں یہ بھی شامل ہوتا ہے کہ کشتی میں سوار ہر فرد پر کڑی نگاہ رکھی جائے تا کہ کسی ایک کی غلطی کشتی کے کے تمام مسافروں کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔

معاشرتی سسٹم میں ہر فرد دوسرے فرد سے کسی نہ کسی طور پر وابستہ رہتا ہے، چنانچہ ایک فرد کی حماقت یا نادانی سے محض اس فرد کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ کڑی در کڑی ایک دوسرے سے جڑے ہونے کی وجہ سے اس فرد کے نقصان سے دوسرے بھی کسی نہ کسی درجے پر لازماً متاثر ہوتے ہیں...... معاشرتی سفینے کی بقا اور اسے ترقی کی راہوں پر آگے بڑھانے کا کام بلند و بالا پہاڑ کو ہاتھوں سے کھودنے جیسا ہی کٹھن ہے...... اس کام کے لیے نہ صرف پہاڑوں جیسا مضبوط عزم و ارادہ درکار ہے بلکہ سخت جدوجہد کے لیے تیاری بھی......

کوئی بھی قوم غیر معمولی کامیابی اسی وقت حاصل کر پاتی ہے جب اس کی کئی نسلیں شہرت اور ستائش جیسی محدود چیزوں کی تمنا کیے بغیر اس کامیابی کے حصول کے لیے کی جانے والی جد و جہد کا حصہ بن جائیں، جس طرح بازار میں ہر چیز کی کوئی قیمت ہوتی ہے، اسی طرح کامیابیوں کی بھی قیمتیں متعین ہیں...... قومی ترقی جیسی بڑی کامیابیوں کے لیے کئی نسلوں کی جدوجہد پر مشتمل قیمت تو ادا کرنی ہی پڑتی ہے...... لیکن اس کے لئے بھی ایک بنیادی چیز درکار ہے...... اور وہ ہے امید...... برسوں پر مشتمل جدوجہد کے تسلسل میں کسی ایک مرحلے میں بھی مایوس لوگ شامل ہو گئے تو پھر اگلی پچھلی ساری محنت اکارت ہو سکتی ہے۔

اسلئے امید ہر حال میں قائم رکھی جائے۔

☆☆☆

ماہنامہ رضوان کے بارے میں تفصیلات

(فارم نمبر ۸ کے مطابق)

مقام اشاعت	:	۲/۵۴، ۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ-۱۸
وقفہ اشاعت	:	ماہنامہ
پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر	:	محمد حمزہ حسنی
ملکیت	:	مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن
قومیت	:	ہندوستانی
پتہ	:	۲/۵۴، ۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

میں محمد حمزہ حسنی اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میری سمجھ کے مطابق درست ہیں۔

دستخط

محمد حمزہ حسنی

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

محمود احمد غضنفر

اے مہاجر شہسوار خوش آمدید۔

جس دن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشد و ہدایت پر مبنی اسلام کی دعوت کو لوگوں کے سامنے علانیہ طور پر پیش کیا اس وقت عکرمہؓ بن ابی جہل ابھی اپنی عمر کی تیسری بہار کے آخری ایام میں تھے۔

یہ قریش میں حسب و نسب کے اعتبار سے معزز اور مالی اعتبار سے سب سے زیادہ تونگر تھے، ان کے لیے تو یہی مناسب تھا کہ جس طرح ان کے ساتھی سعد بن ابی وقاصؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور مکہ معظمہ کے بعض معزز گھرانوں کے فرزندوں نے اسلام قبول کیا، اسی طرح یہ بھی مشرف بہ اسلام ہو جاتے لیکن ان کا باپ سب سے بڑی رکاوٹ تھا، کیا آپ جانتے ہیں کہ ان کا باپ کون تھا؟

یہ وادئ مکہ کا بہت بڑا ظالم و جابر، مشرکین عرب کا قائد، مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچانے والا جس کی سخت سزاؤں کے ذریعہ اہل ایمان کو آزمایا گیا اور وہ اس آزمائش میں ثابت قدم نکلے اور اس ظالم کے مکر و فریب کے ذریعہ اہل یقین کی صداقت کو جانچا گیا اور وہ حق و صداقت کے معیار پر پورے اترے اور یہ بالآخر ابو جہل کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ تو ہے ان کے باپ کا مختصر تعارف لیکن جہاں تک حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے یہ بلاشبہ قریش کے بہت بڑے لیڈر اور قابل رشک شہسوار تھے۔

جناب عکرمہؓ نے شروع میں تو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اپنے دل میں بٹھالی اور آپؐ کے ساتھ شدید عداوت سے پیش آئے، آپؐ کے صحابہ کو طرح طرح کی تکالیف سے دوچار کیا، اسلام اور مسلمانوں پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ جنہیں دیکھ کر ان کے باپ ابو جہل کو دلی مسرت حاصل ہوتی، جب ان کے باپ ابو جہل نے غزوہ بدر میں مشرکین کی قیادت کی تو اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں اس وقت تک مکہ واپس نہیں جاؤں گا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان میں شکست نہ دے دوں۔ مقام بدر میں اس نے پڑاؤ کیا، مسلسل تین دن تک یہاں اونٹ ذبح کرتا اور شراب پیتا رہا اور رقص و سرور کی محفل جمتی رہتی۔

جب ابو جہل نے معرکہ بدر میں مشرکین کی قیادت کی تو اس کا بیٹا عکرمہ اس کا دست بازو بنا ہوا تھا۔ لیکن اس دن لات و عزیٰ ابو جہل کے کچھ کام نہ آئے۔ اس لیے کہ وہ کسی کی پکار کو سنتے ہی نہیں۔

لات و عزیٰ نے اس کی کچھ مدد نہ کی اس لئے کہ وہ ہر اعتبار سے عاجز و بے بس تھے۔ یہ میدان بدر میں بری طرح قتل ہو کر گرا اس کے بیٹے عکرمہؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلمانوں کے نیزے اس کا خون پی رہے ہیں اور اپنے باپ کے منہ سے نکلنے والی اندوہناک چیخ اپنے کانوں سے سنی۔

جناب عکرمہؓ سردار قریش کی لاش کو میدان بدر میں ہی چھوڑ کر مکہ واپس آ گئے۔ شکست نے انہیں اس قدر عاجز و پسپا کر دیا کہ اپنے باپ کی لاش کو بھی مکہ میں دفن کرنے کے لئے اپنے ہمراہ نہ لا سکے۔ مسلمانوں نے دوسرے مشرکین کی لاشوں کے ساتھ اس کی لاش کو بھی تکیب کنویں میں پھینک دیا، اور اوپر سے ریت ڈال دی۔

اس دن سے عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام کے ساتھ ایک دوسرا طرز عمل شروع ہوا۔ پہلے تو اسلام کے خلاف اپنے باپ کی حمیت کی وجہ سے عداوت تھی اور اب باپ کا انتقام لینے کے لئے دشمنی اپنے نقطۂ عروج

پہ پہنچ چکی تھی۔

اس وقت سے عکرمہ اور دیگر تمام لوگ جن کے باپ معرکہ بدر میں قتل ہو چکے تھے۔ مشرکین کے سینوں میں عداوت کی آگ جلانے لگے۔ اور مقتولین کے ورثاء کے دلوں میں انتقام کی آگ کا شعلہ بھڑکانے لگے یہاں تک کہ معرکہ احد برپا ہوا۔

عکرمہ بن ابی جہل احد کی جانب چل نکلے۔ اپنی بیوی ام حکیم کو بھی ساتھ لیا تاکہ وہ صفوں کے پیچھے کھڑی ہو کر دیگر مقتولین کی وارث عورتوں کے ہمراہ ایک ساتھ ڈھول بجا کر نوجوان قریش کو لڑائی کے لئے برانگیختہ کریں۔ تاکہ انہیں اس حالت میں دیکھ کر قریش کے شہسوار جم کر لڑیں اور میدان سے راہ فرار نہ اختیار کر سکیں۔

قریش نے شہسواروں کی دائیں جانب خالد بن ولید اور بائیں جانب عکرمہ بن ابی جہل کو متعین کر دیا۔ غزوہ احد میں ان دونوں شہسواروں نے ایک طوفان برپا کر دیا جس سے قریش کا پلہ بھاری ہو گیا اور مشرکین کو اس دن بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابوسفیان نے کہا آج ہم نے غزوہ بدر کا بدلہ لے لیا۔

غزوہ خندق میں مشرکین نے کئی روز تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار عکرمہ بن ابی جہل کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ انہوں نے خندق میں ایک تنگ سی جگہ دیکھی تو اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ سرپٹ دوڑا اور یکدم خندق کو عبور کر گیا اور ان کے پیچھے چند اور شہسوار بھی خندق عبور کر گئے۔ ان میں سے عمرو بن عبدود عامر کا تو کام تمام ہو گیا اور عکرمہ بن ابی جہل جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

فتح مکہ کے دن قریش نے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ لشکر اسلام کا راستہ نہ روکا جائے تاکہ وہ بغیر کسی مزاحمت کے مکہ میں داخل ہو جائے۔ اس فیصلے کا انہیں یہ فائدہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کے سپہ سالاروں کو یہ حکم دیا کہ وہ اہل مکہ میں سے اسی کے ساتھ لڑائی کریں جو ان سے نبرد آزما ہو۔

عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے ہمراہ ایک جماعت قریش کی شیرازہ بندی کے لئے نکلی تاکہ مسلمانوں کے لشکر جرار کا راستہ روکیں۔ لیکن حضرت خالدؓ بن ولید نے ایک چھوٹے سے معرکہ میں انہیں شکست دے دی اور ان میں سے چند ایک تو قتل کر دئے گئے اور کچھ لوگ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان بھاگنے والوں میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے۔

اس روز عکرمہ کو بہت ندامت محسوس ہوئی۔ مکہ فتح ہو جانے کے بعد اب تو ان کا یہاں رہنا محال تھا اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقابلہ میں آنے والے قریش کے لئے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا، لیکن ان میں چند اشخاص ایسے بھی تھے جن کا نام لے کر آپؐ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ اگر یہ کعبہ کے پردوں میں بھی چھپے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان افراد کی فہرست میں عکرمہ بن ابی جہل کا نام بھی تھا۔ اس لئے وہ چپکے سے کھسک گیا اور یمن کا رخ کیا کیوں کہ یہاں اسے کوئی جائے پناہ نظر نہ آتی تھی۔

اس موقعہ پر عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم اور ہند بنت عتبہ اور ان کے ہمراہ دس دیگر خواتین بھی رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف روانہ ہوئیں تاکہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں، جب یہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو اس وقت ان کے پاس آپ کی دو بیویاں اور بیٹی فاطمہ اور بنو عبد المطلب کی چند خواتین موجود تھیں۔ ہند نے بات شروع کی اور وہ اس وقت نقاب اوڑھے ہوئے تھی۔ کہنے لگی۔

یارسول اللہ علیہ وسلم اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے پسندیدہ دین کو غالب کر دیا۔ میں قرابت داری کی بنا پر آپ سے رحم کی اپیل کرتی ہوں اور میں صدق دل سے اسلام قبول کرتی ہوں۔ پھر اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر گویا ہوئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہند بن عتبہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش

آمدید۔

پھر اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج سے پہلے آپؐ کے گھر سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہ تھا جس کی تذلیل و رسوائی مجھے محبوب تر ہو۔ اور آج آپؐ کے گھر سے بڑھ کر روئے زمین پہ کوئی ایسا گھر نہیں جس کی عزت مجھے محبوب تر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے پاکیزہ خیالات واحساسات میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے۔ پھر عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی کھڑی ہوئی۔ اس نے اسلام قبول کیا، اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکرمہ اس ڈر سے یمن بھاگ گیا ہے کہ کہیں آپؐ اسے قتل نہ کر دیں۔ ازراہ کرم اسے پناہ دے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ پر کرم کرے گا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرما: آج سے وہ بھی پناہ میں ہے۔

وہ اس کی تلاش میں اسی وقت چل نکلی اور رومی غلام بھی اس کے ہمراہ تھا، راستے میں غلام کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا اور وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگا لیکن یہ اسے امید دلاتی رہی اور ٹالتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک عرب قبیلہ کے پاس پہنچ گئیں۔ ان سے مدد طلب کی تو انہوں نے اسے رسیوں سے باندھ دیا۔ یہ مسلسل اپنی راہ پر چلتی گئیں یہاں تک کہ علاقہ تہامہ کے ساحل سمندر پر عکرمہ سے جا ملیں اور وہ ایک مسلمان ملاح سے یہ کہہ رہا تھا کہ اسے کشتی میں سوار کر کے پار لگا دے۔

ملاح اسے کہہ رہا تھا کہ اپنی نیت خالص کر لو تو تجھے پار لگا دوں گا۔

عکرمہ نے اس سے کہا کہ میں اپنی نیت کیسے خالص کروں۔ ملاح بولا کہو:

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبده و رسوله۔

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد اللہ کے رسول ہیں) عکرمہ نے کہا، اسی کلمہ کی وجہ سے تو میں مکہ سے بھاگا ہوں۔

وہ دونوں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ ام حکیم وہاں عکرمہؓ کے پاس پہنچ گئی اور کہنے لگی میرے چچا کے بیٹے میں آپ کے پاس لوگوں میں سب سے افضل سب سے بڑھ کر نیک اور بہتر ہستی کے پاس سے آئی ہوں یعنی حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے۔

میں نے تمہارے لیے آپؐ سے پناہ طلب کی تو آپؐ نے کمال شفقت سے پناہ دے دی۔ اب اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔

اس نے کہا: کیا تم نے خود بات کی ہے؟

فرمایا: ہاں میں نے خود بات کی تو آپؐ نے آپ کو پناہ دے دی۔ وہ مسلسل یقین اور اطمینان دلاتی رہی یہاں تک کہ عکرمہ اس کے ہمراہ لوٹ آئے، راستے میں اسے اپنے رومی غلام کا واقعہ بتایا تو یہ سنتے ہی پہلے وہاں پہنچے جہاں اسے باندھ رکھا تھا، اسلام قبول کرنے سے پہلے اسے قتل کر دیا۔ راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا، عکرمہ نے اپنی بیوی سے خلوت کا ارادہ کیا تو اس نے بڑی سختی سے انکار کر دیا اور کہا۔ میں مسلمان ہوں اور تو مشرک ہے۔ اسے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا میرے اور تیرے درمیان تو بہت بڑی خلیج ہو گئی ہے۔

جب عکرمہؓ مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا: عنقریب عکرمہ بن ابی جہل تمہارے پاس مومن اور مہاجر بن کر آئے گا۔ اس کے باپ کو گالی نہ دو اس لئے کہ میت کو گالی دینے سے اس کے لواحقین کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ گالی میت کو نہیں پہنچتی"۔

تھوڑی ہی دیر بعد عکرمہؓ اور ان کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے، جب نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے انہیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ خوشی کے عالم میں ان کی طرف لپکے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو جناب عکرمہؓ آپؐ کے سامنے باادب کھڑے رہے۔ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حکیم نے مجھے بتایا ہے کہ

آپؐ نے مجھے پناہ دے دی ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا: یہ سچ کہتی ہے۔ تجھے پناہ حاصل ہے جناب عکرمہؓ نے دریافت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو۔ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اسلام کے تمام ارکان شمار کردیئے۔

جناب عکرمہؓ نے کہا: یقیناً آپؐ نے حق بات کی طرف دعوت دی ہے اور خیر و بھلائی کا حکم دیا ہے پھر اس کے بعد یہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم آپؐ یہ دعوت پیش کرنے سے پہلے بھی ہم میں سب سے سچے اور صالح انسان تھے۔

پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا: میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپؐ بلاشبہ اس کے سچے رسول ہیں۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چند کلمات سکھلا دیجئے جو میں پڑھتا رہوں۔

آپؐ نے فرمایا: تم یہ کلمات پڑھا کرو۔ **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبده و رسوله.**

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں)

جناب عکرمہؓ نے دریافت کیا کہ اس کے بعد کیا کہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یہ کہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں میں مسلمان مجاہد اور مہاجر ہوں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بصمیم قلب یہ اقرار کیا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر آج تم مجھ سے کوئی ایسی چیز مانگو گے جو میں نے کسی کو دی ہو تو وہ میں تمہیں ضرور دوں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہر وہ عداوت معاف کردیں جو میں نے آپؐ سے کی اور اس مقابلے کی معافی دیں جو زمانہ جہالت میں آپؐ سے کیا اور ہر وہ بات معاف کردیں جو آپؐ کے سامنے یا غیر حاضری میں آپؐ کے خلاف کی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

الٰہی! میرے سامنے یا میری غیر حاضری میں جو یہ میری عزت کے درپے ہو اس سے یہ لغزش بھی معاف کردے۔

حضرت عکرمہؓ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور یہ کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے جو کچھ میں خرچ کرتا تھا اس سے دوگنا زیادہ راہ خدا میں خرچ کیا کرونگا اور میں نے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنے کے لئے لڑائیاں لڑیں اب میں اللہ کی راہ میں دوگنا زیادہ لڑائیاں لڑوں گا۔

اس دن سے میدان جنگ کا یہ بہادر شہسوار بہت بڑا عبادت گزار، شب زندہ دار اور مساجد میں کثرت سے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے والا بن گیا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ قرآن مجید اپنے چہرے پر رکھتے اور کہتے: یہ میرے رب کی کتاب ہے یہ میرے رب کا کلام ہے اور پھر خشیت الٰہی سے رونا شروع کردیتے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا وعدہ پورا کر دکھایا اس طرح کہ جس معرکہ میں بھی مسلمان داخل ہوئے حضرت عکرمہؓ بھی اسلام لانے کے بعد اس میں شریک ہوئے جس محاذ کے لئے بھی نکلے آپ اس میں سر فہرست رہے۔

غزوۂ یرموک میں تو حضرت عکرمہؓ لڑائی کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے جس طرح کوئی پیاسہ گرم ترین دن میں ٹھنڈے پانی کی طرف لپکتا ہے۔ جب اس معرکہ میں مسلمانوں پر دشمن کی طرف سے شدید دباؤ پڑا تو حضرت عکرمہؓ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور اپنی تلوار کی نیام توڑ دی اور رومیوں کی صفوں میں گھس کر بے جگری سے لڑنا شروع کردیا۔ یہ منظر دیکھ کر خالد بن

ولیدؓ جلدی سے آگے بڑھے اور فرمایا: عکرمہؓ اس طرح نہ کرو تمہارا یہاں قتل ہوجانا مسلمانوں کو بہت گراں گزرے گا۔ تو انہوں نے فرمایا:

خالدؓ آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ آپ نے تو پہلے ایمان لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کرلی۔ میں اور میرا باپ تمام لوگوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف رہے۔ مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں اپنے گناہوں کا کفارہ دے لوں پھر کہا: بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بہت سے مقامات پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی لڑی ہو اور آج رومیوں سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر مسلمانوں میں یہ اعلان کیا۔ آج موت پر کون بیعت کرے گا؟ تو آپ کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن اُزور کے علاوہ چارسو مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ کی آڑ میں زوردار لڑائی لڑی اور آپ کی جانب سے بہترین دفاع کیا جب معرکہ یرموک میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوچکی تو سرزمین یرموک میں تین مجاہد لیٹے ہوئے تھے جنہیں زخموں نے نڈھال کردیا تھا۔

یہ حارث بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

حارث نے پینے کے لئے پانی مانگا جب ان کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا تو حضرت عکرمہؓ نے پانی کی طرف دیکھا تو حضرت حارثؓ نے کہا کہ پہلے انہیں پلادو جب پانی ان کے قریب لایا گیا تو حضرت عیاشؓ نے ان کی طرف دیکھا تو حضرت عکرمہؓ نے کہا پہلے انہیں پلادو۔ جب پانی حضرت عیاشؓ کے پاس لایا گیا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی تھی۔ جب پانی پہلے دونوں ساتھوں کے پاس لایا گیا تو یہ بھی اللہ کو پیارے ہوچکے تھے۔ اللہ ان سب سے راضی ہوگیا اور انہیں حوض کوثر سے پانی پلائے گا جس کے پینے سے انہیں کبھی پیاس نہ لگے گی، اللہ انہیں جنت الفردوس کے سبزہ زار میں جگہ عطا فرمائے جس میں یہ ہمیشہ خوشحال رہیں۔

حمد باری تعالیٰ

ڈاکٹر محمد امین

رفعتیں تیرے لیے، سب عظمتیں تیرے لیے
خالق حرف و بیاں سب مدحتیں تیرے لیے
زندگی تیرے لیے اور بندگی تیرے لیے
الفتیں تیرے لیے سب چاہتیں تیرے لیے
تو کہ لامحدود ہے، حد مکاں بھی تجھ سے ہے
سرحدِ امکاں تلک سب رفعتیں تیرے لیے
عقل حیراں ہے کہ کیسا ہے نظام کائنات
اے حکیم بے بدل! سب حکمتیں تیرے لیے
میں کہ بندہ ہوں تو پھر بندے کا کیسا اختیار
قادر مطلق ہے تو سب قدرتیں تیرے لیے
حرف سب تیرے لیے ہیں لفظ سب تیرے لیے
صورت اظہار کی سب صورتیں تیرے لیے

ہمارا اسلامی معاشرہ اور ہماری ذمہ داریاں

صفیہ خان

آج ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ اختلاف رونما ہو رہے ہیں مسلمان مسلمان میں انتشار ہے وہ آپس میں بھائی ہونے کے باوجود الگ الگ ہیں ہر طرف سے مسلمانوں کو تباہ اور برباد کرنے کی گھناؤنی سازشیں رچی جا رہی ہیں ہر طرف سے مسلمانوں کو ہی نشانہ بنایا جا رہا ہے ان کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے ان کی عزتوں کو پامال کیا جا رہا ہے ان کو ہر طرف سے رذیل اور رسوا کیا جا رہا ہے۔

اتنا سب ہو جانے کے باوجود کیا اب بھی مسلمانوں کو ہوش نہیں آیا؟ کیا اب بھی مسلمان خواب غفلت سے حقیقت کی طرف نہیں بڑھے کیا اب بھی مسلمان اپنی نیند سے بیدار نہیں ہوئے اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود ''مسلمانوں'' میں کیا اب بھی انقلاب برپا نہیں ہوا کیا اب بھی ان کے اندر کا ضمیر کانپ نہیں گیا یہ کیوں ہے؟ کیونکہ مسلمانوں نے احکام الٰہی چھوڑ دیئے ہیں اور حضورؐ پاک کی سنتوں کو ترک کر دیا ہے اس لئے آج مسلمانوں کو اتنی تکالیف اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

ذرا قرن اول کا جائزہ لیجئے صحابہؓ اکرامؓ کی زندگیوں اور صحابیات کے دینی جذبوں کو دیکھئے ان تمام کو تو دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت جب مسلمان تھوڑے تھے تو ہر ہر قدم پر فتح اور نصرت مسلمانوں کو ہی حاصل ہوئی ہر طرف سے کامیابی کا پرچم انہیں کے ہاتھوں بلند رہا یہ سب صرف اس لئے کیونکہ اسلام اور ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا تھا اور انھوں نے احکام خداوندی کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

اور آج جب مسلمان کثیر تعداد میں دنیا کے گوشے، گوشے اور کونے کونے میں موجود ہیں لیکن پھر بھی کمزور و ناتواں ہے کیونکہ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ کہ مسلمانوں نے اللہ کے احکام کی نعوذ باللہ خلاف ورزی کی سنتوں کو ترک کرنا شروع کر دیا نماز و روزہ چھوڑنے لگے، زکوٰۃ کی ادائیگی سے پیچھے ہٹنے لگے حرام مال کمانے میں لگ گئے بڑے اور چھوٹوں کا ادب ملحوظ نہ رکھا حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز کو قائم کرو یعنی یہ تمام مسلمانوں کے لئے حکم خداوندی ہے کہ نماز کو قائم کرو اور لوگ نماز پڑھنے کے بجائے نماز کو چھوڑنے لگے حالانکہ ہمیں غور و فکر کرنا چاہئے کہ نماز ہم پر فرض ہے اس کے علاوہ چار بنیادی ارکانوں کا بھی ہمیں پاس لحاظ رکھنا ہے۔

حدیث شریف ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ کے پاس ایک دیہاتی شخص آیا تو آپ صلی اللہ علیٰ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو، رمضان شریف کے روزے رکھو اور اگر تم استطاعت رکھتے ہو تو تم حج کی ادائیگی کرو کیونکہ استطاعت والے کے لیے حج فرض ہے۔

ان ارکانوں کی حیثیت دین میں ستونوں کی اہمیت رکھتی ہے کہ اگر کسی ایک ارکان کی بھی ادائیگی میں جھول ہوا تو پھر اس کا دین بھی مکمل نہیں سمجھا جائے گا۔

نماز کیا ہے

واقیمو الصلوٰة۔ اولیك علیهم صلوٰت من ربهم ورحمه۔

(۴۳ سورہ بقرہ)

یعنی نماز کو قائم کیجئے ان کے وقتوں پر یعنی جیسے ہی مؤذن نماز کے لئے اذان دیں آپ پر فوراً یہ بات لازم اور واجب ہوتی ہے کہ کہیں بھی ہوں خواہ سفر میں حضر میں، مکان میں یا بازار میں نماز کا وقت آ گیا تو آپ کو نماز پڑھنا ہی ہے کیونکہ نماز کسی بھی

حالت میں معاف نہیں ہے۔ چاہے نزاع کا وقت بھی کیوں نہ آ جائے۔

روزہ کیا ہے

شهرو رمضان الذی انزل فیه القران هدی للناس۔ (۱۸۴ الائن سورہ بقرہ) یا یها الذین آمنوا کلو من طیبت مارزقنکم واشکرو لله ان کنتم ایاه تعبدون۔

(۱۷۱ الائن سورہ بقرہ)

کہ یہ رمضان کا مبارک مہینہ جس میں اللہ نے قرآن حکیم کا نزول فرمایا جو کہ کتاب الٰہی ہے۔

اس بابرکت مہینہ کا خیال کرتے ہوئے بھی اور جانتے بوجھتے اور سمجھنے کے باوجود ہم چالیس فیصد لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ ہی نے ہمارے لئے یہ چیزیں بنائیں ہیں تو کیا ہم یہ چیزیں نہ کھائیں؟

یہ احمقانہ سوالات کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی نے تو تمہیں رمضان کے روزے رکھنے کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ یہ رمضان شریف کے روزہ ہر مسلمان، عاقل، بالغ پر فرض ہیں۔

اور اس کے رکھنے کے بدلے میں اللہ نے کتنی بے شمار نعمتیں ہمارے لئے میسر اور فراہم کیں ہیں کہ جب بندہ افطار کرنے چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہی عطا کردہ بے شمار نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے جو اللہ ہی نے اس کے لئے فراہم کیں ہیں کیونکہ دونوں عالم کا مالک صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

کیونکہ ہم اور ہماری زندگی اللہ کی امانت ہے ہماری اپنی میراث نہیں اور ہمیں اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہے۔

پھر اللہ نے مہینہ پورا ہونے پر ایک خوشی کا دن مقرر کیا جو کہ عیدالفطر کے نام سے مشہور ہے جو تمام دنوں میں اعلیٰ وارفع اہمیت کا حامل ہے۔

لوگ (یعنی بے روزے دار) عید کی خوشی تو ضرور مناتے ہیں مگر رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتے جو کہ امت مسلمہ پر فرض ہیں۔

زکوٰۃ کیا ہے۔

واتو الزکوٰة وما تقدموا لانفسکم من من خیر تجدوه عندالله ان الله بما تعلمون بصیر۔ (سورہ بقرہ ۱۱۰)

زکوٰۃ ان لوگوں پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہوں یعنی جن کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی گھر میں موجود ہے یا دونوں کو ملا کر اس کا نصاب یا تو سونے کی مقدار کو پہونچا ہو یا چاندی کی مقدار کو پہونچتا ہو تو اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر کسی کے پاس اسی مقدار تک مال موجود ہو اور اس پر سال گزر گیا تو پھر اس مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہو گئی لیکن عوام الناس اس حق کو بھی بخوبی ادا نہیں کرتے جو کہ غریب، فقراء اور مساکین کا حق ہے۔

وانفقو فی سبیل الله ولا تلقوا بایدیکم الیٰ التهلکته.

(سورہ بقرہ ۹۷)

حج کیا ہے

الحج اشهر معلومٰت۔

(سورہ بقرہ ۱۹۵)

حج یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کسی بھی شخص کو اتنا مال دیا ہو کہ وہ اپنے گھر والوں کا خرچ پورا کر کے اس کے بعد وہ تندرست بھی ہو یعنی کوئی بیماری لاحق نہ ہو اور اس کے ساتھ اس کا محرم بھی موجود ہو تو اس شخص پر حج فرض ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایسا کہ یہ تمام چیزیں اس کو میسر ہیں اور پھر بھی وہ حج کرنے نہیں جا رہا ہے تو اللہ کے نزدیک بہت گنہگار ہوگا۔

اتا مرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون (سورہ بقرہ ۴۴)

کہ ان تمام باتوں کو پڑھنے اور دیکھنے کے بعد یہ غور و فکر کرنا چاہئے اور اپنے ذہن کے دریچوں کو کھولنا چاہئے اور اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ کیا چیزیں ہماری

زندگیوں میں نافع اور کون ضائع ثابت ہونگی اس کے بعد معلوم ہوگا کہ یہ دین مکمل دین ہے سب سے پہلے خود نماز پڑھے پھر اپنے گھر والوں کو نماز کے بارے میں بتائیں اور تاکید کریں۔

حدیث نبوی

ہے کہ حضورؐ پاک نے ارشاد فرمایا کہ جب بچہ یا بچی ۷ ربرس کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو اور جب بچہ ۹ ربرس کا ہو جائے تو اس کو نماز کے لئے تاکید کرو اور جب بچہ ۱۱ رگیارہ برس کا ہو جائے تو اس کے مارنے کے بارے میں حکم آیا ہے کہ اس کے والدین کو حکم ہے کہ اس کو مارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی خوش اخلاق، بہت ہی نرم دل تھے نہ کبھی کسی غلام پر یا باندی پر ہاتھ نہیں اٹھائے تھے مگر صرف نماز کے لئے ارشاد آیا ہے کہ نماز نہ پڑھے تو اس کو مارو کیونکہ نماز فرض ہے اپنے گھر والوں کے بعد اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بتایئے کہ وہ ان باتوں کو سمجھیں جو ہمارا دین خالص ہے کسی اور کا دین نہیں یہ ہمارا اپنا دین اس کو سمجھنے میں انہیں کسی بھی تکلف کی ضرورت نہیں اس وقت ہمیں احکام الٰہی کو مضبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہے۔

وخیر السنن سنة محمد صلى الله عليه وسلم.

ہمیں یہ ٹھان لینا ہے کہ ہمیں اللہ کے راستہ پر چلنا ہے جو سیدھا اور سچا راستہ ہے جس کے آگے چلنے والا خیر ہی خیر پائے گا۔ عزت ہی عزت حاصل کرے گا اور ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا ہے ہمیں ان کا (Idil) آئیڈیل بنانا ہے انشاء اللہ، کیونکہ وہی کامل ترین راستہ ہے کیونکہ اس راستہ سے بہتر کوئی راستہ ہو ہی نہیں سکتا اور اس کے علاوہ ہمیں اپنے صحابہ اکرام کی قربانیوں اور ان کے عزائم اور ان کی قوتوں کو مدنظر رکھنا ہے کہ مشکل سے مشکل اور سخت ترین موقعوں اور وقتوں پر بھی اللہ کی رسی کو نہ چھوڑا کیونکہ ان کے پاس بھی صرف اللہ کی طاقت تھی اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی طاقت ہو ہی نہیں سکتی۔ سخت سے سخت وقتوں میں بھی اللہ ہی کو یاد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا۔

ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کی تاریخ شاہد ہے جن کو آپ نے اور ہم نے پڑھ رکھا ہے۔ کیونکہ یہ دین ہمیں بہت مشکلوں ملا ہے اسی دین کی خاطر کتنے ہی صحابہ اکرامؓ نے اپنی جانوں کو قربان کیا اور کتنے صلحاء نے صرف اس دین کو پھیلانے میں اپنی زندگیاں تمام کردیں اور کتنے ہی اولیاء اللہ نے دین خالص کے لئے شہادت کا جام نوش کرلیا۔ اس کا بھی اندازہ ہم کو تاریخ کے اوراق میں دیکھنے سے معلوم ہوگا آپ قرآن اول کے صفحہ دیکھئے اس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ اکرامؓ اور صحابیات ہی نہیں بلکہ ہمارے رسول سرور دو عالم خاتم النبین رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دین کو ہم تک پہنچانے میں بہت تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

کہ جن تکلیفوں کو سننے ہی سے ہمارے دل کانپ جانے چاہئیں، ہمیں بھی انہیں عزائم اور ولولوں کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے ہمیں بھی اپنے اندر ان دینی قربانیوں کے جذبوں کو پیدا کرنا چاہئے ہمارے اندر بھی دینی انقلاب آجانا چاہئے لہٰذا جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا قائم ہوئی اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین الٰہی کے لئے تمام قسم کی تکلیفیں سہی ہیں۔ تب یہ دین ہم تک پہونچا ہے۔ لیکن آج مسلمانوں کا احساس مر چکا ہے ان کے اندر کا ضمیر مر چکا ہے کہ ان تمام باتوں کو جاننے، دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود نا اہل بنے ہوئے ہیں، اور دین اسلام سے پیچھے ہٹ رہے ہیں تو اپنے مسلمان، مسلمان کہلانے کے لائق ہی نہیں جس میں غیرت وحمیت نہیں تو وہ مسلمان پکا اور سچا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

اس لئے ہمیں اور آپ کو غور کرنے کی ضرورت ہے یہ صرف کسی ایک فرد یا کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک کی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ ذمہ داری تمام امت مسلمہ کے ہر ہر فرد اور ہر ہر شخص پر عائد ہوتی ہے۔

(بقیہ......صفحہ ۲۵ پر)

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س: مسافر نے اگر مقیم لوگوں کی امامت کی، اور اس کے ساتھ مسافر اور مقیم دونوں ہیں تو مسافر کو چار رکعت والی نماز پوری پڑھنی چاہئے یا قصر کرنا چاہئے؟

ج: مسافر پر قصر کرنا واجب ہے (ہدایہ ۱/۱۳۹) لہٰذا صورت مسئولہ میں امام پر ضروری ہی کہ دو رکعت مکمل کرکے سلام پھیر دے، اور مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد اعلان کردے کہ "آپ لوگ نماز مکمل کرلیں میں مسافر ہوں" مسافر مقتدی بھی اس کے ساتھ سلام پھیر دیں، اور مقیم مقتدی اپنی بقیہ نماز مسبوق کی طرح پوری کرلیں، البتہ صحیح قول کے مطابق قرأت نہیں کریں گے۔ اور اگر قرأت کرلیں تب بھی نماز صحیح ہوگی، اور سجدہ سہو کی ضرورت نہ ہوگی (ہدایہ ۱/۱۴۲)

س: "الفقہ المیسر" میں لکھا ہے کہ مسح کرتے وقت خنصر (چھوٹی انگلی) کو کان میں داخل کرنا چاہئے، اور عوام مسح کرتے وقت شہادت کی انگلی کو کان میں داخل کرتے ہیں عوام کا عمل صحیح ہے یا الفقہ المیسر" کی عبارت؟

ج: عام طور سے متاخرین اصحاب فتاویٰ نے شہادت کی انگلی داخل کرنے کو صحیح قرار دیا ہے (شامی ۱/۸۹ ہدایہ ۱/۷، ۸) البتہ بعض متقدمین فقہا وادخال خنصر کے قائل تھے، چنانچہ فتح القدیر میں دونوں اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ شہادت کی انگلی داخل کرنے کا قول ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے (لہٰذا گویا وہ اصح ہے) (۱/۲۴) "الفقہ المیسر" نورالایضاح نامی کتاب کے طرز پر ہے اور صاحب نورالایضاح ان حضرات میں سے ہیں جو ادخال خنصری کے قائل تھے (دیکھئے نوالایضاح ص ۳۵) لیکن بہر حال فتویٰ اسی پر ہے کہ شہادت کی انگلی داخل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

س: ایک عورت کی منی میں جراثیم ختم ہوگئے ہیں، کیا دوسری عورت کے جراثیم داخل کرکے اولاد کی خواہش پوری کی جاسکتی ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں بیوی کے علاوہ کسی اور عورت سے بیضہ لے کر کسی غیر مرد (شوہر کے علاوہ) کے نطفہ سے مخلوط کرنا ناجائز ہے، البتہ بیوی کا بیضہ شوہر کے نطفہ سے مخلوط کرنا جائز ہے، اس لئے کہ جس شریعت میں عورت کے لئے اجنبی مرد کا جھوٹا پانی استعمال کرنا بھی محض اسی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا کہ پانی کے توسط سے مرد کا لعاب دہن عورت کے لعاب دہن سے مخلوط ہوجائے گا اس شریعت میں مادہ منویہ کے اختلاط کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔ (دیکھئے جدید فقہی مسائل، فقہ اسلامی کی روشنی میں۔ ص ۳۳)

س: موجودہ روپیوں کے اعتبار سے شرعی مہر کی مقدار کیا ہے؟

ج: مہر کی کم سے کم مقدار شریعت نے دس درہم (۳۰ گرام، ۶۲۰ ملی گرام چاندی) مقرر کی ہے، زیادہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی گئی ہے، لیکن بہت زیادہ مقدار متعین کرنے سے روکا گیا ہے، لہٰذا مہر حیثیت کے اعتبار سے مقرر کرنا چاہئے جو دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہو نہ اتنی زیادہ ہو کہ ادا ہی نہ کرسکے، مہر سونے چاندی سے بھی مقرر کی جاسکتی ہے اور سکہ رائج الوقت سے بھی مقرر کی جاسکتی ہے، بہتر یہی ہوتا ہے کہ کسی زیور کو مہر کے طور پر متعین کرے تاکہ فوری ادائیگی میں آسانی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی مہر ۴۸۰ درہم (ایک کلو ۴۶۹ گرام ۷۶۰ ملی گرام چاندی) اور امہات المومنین کی ۵۰۰ درہم (ایک کلو ۵۳۱ گرام چاندی) تھی (سوائے حضرت ام حبیبہؓ کے) لہٰذا اگر حیثیت ہو تو ان دونوں مقداروں میں سے کسی کا مقرر کرلینا بہتر ہوگا۔ (امداد الاوزان۔ ص ۳۶)

س: ایک عورت کا مکان کرایہ پر ہے، اس کے شوہر نے چالیس ہزار روپے دیکر خالی کروایا، اور اس عورت کا مہر اٹھارہ ہزار ہے، اس کا شوہر کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہارا مکان خالی کرواکر تمہارا مہر ادا کردیا تو کیا اس کا مہر ادا ہوگیا؟ اور اس کا شوہر کہہ رہا ہے کہ میرا جتنا روپیہ باقی بچ رہا ہے وہ مجھے واپس کردو تو کیا اس عورت کو وہ روپیہ واپس کرنا پڑے گا۔

ج: صورت مسئولہ میں شوہر نے مذکورہ رقم کرایہ دار کو اگر عورت کے کہنے پر دی ہے تو اب وہ اس رقم کا مطالبہ بیوی سے کرسکتا ہے، اور مہر کی ادائیگی باقی تھی تو دونوں سمجھوتہ کرکے مہر کے بقدر رقم کو مذکورہ رقم میں سے کاٹ سکتے ہیں لیکن شوہر نے اگر رقم بیوی کے حکم کے بغیر دی تھی تو اس کو تبرع سمجھا جائے گا اور اس صورت میں وہ اس رقم کا مطالبہ نہیں کرسکتا نہ ہی مہر معاف ہوسکتا ہے۔ (ہدایہ اخیرین ۱۱۸، شامی ۴/۳۰۲)